فہرست

لمعات:

شہادت فاروق وحسین (رضی اللہ عنہما)	ادارہ	3
اقبال کا مردِ مومن	پرویزؒ	8
آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں اسے	انجینئر عبید الحمید فاروقی	33
قانون کی اہمیت	خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی	43
بنگلہ دیش کی کہانی دو صحافیوں کی زبانی	ادارہ	48
ہم مسلمان کیوں ہیں؟	عارف محمود کسانہ	54

ENGLISH SECTION

HAPPY NEW HIJRA YEAR 1432
By Abdus Sattar Ghazali 1

طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوع اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب، دروس القرآن کی تمام جلدیں، اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز، 42، دی مال (ریگل چوک)، لاہور۔ فون: 042-37312977، موبائل: 0300-4442226

2- علمی کتاب گھر، اردو بازار، کراچی۔

3- البلال بک سنٹر، اردو بازار، کراچی۔

4- مذہبی کتب خانہ، اردو بازار، کراچی۔

5- مکتبہ دارالسلام، اردو بازار، کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

وَ ذَكِّرْهُمْ بِأَيّٰمِ اللّٰهِ

شہادت فاروق وحسین (رضی اللہ عنہما)

تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا کا کوئی ملک یا علاقہ اور کوئی قوم یا جماعت ایسی نہیں جن پر اپنے اپنے حالات کے تحت بحران نہ آئے ہوں۔ مگر کسی قوم کی عظمت کا پیمانہ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بحران سے کس انداز میں نمٹتی ہے۔ روضہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے تینوں ساتھی یعنی خود محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدین شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) نے اپنے اپنے دور کے بحرانوں سے جس کمال حکمت وتدبر سے نمٹا سیرت وتاریخ کی کتب میں ایسی نظیر نہیں ملتی۔ شاہکار رسالت سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے گذشتہ ماہ کے ''لمعات'' میں علامہ غلام احمد پرویز علیہ الرحمہ کی شاہکار تصنیف ''شاہکار رسالت'' سے منتخب حقائق قارئین کی نذر کیے گئے تھے۔ مختصراً ان اقدامات کی بنیادی نوعیت ان تین نقاط پر مبنی تھی۔

(1) قرآنی معاشی فلسفے۔۔۔ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ...(59:7)- کے تحت ضرورت مندوں کی کفالت اور غریبوں کے لئے معاشی سہولت۔

(2) لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ۔۔۔(2:279)- کے حوالے سے عدل وانصاف میں مساوات اور ریاستی انتظامات میں ہمہ لحاظ خبر گیری و چوکسی۔

(3) وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ۔۔۔(59:10)- کے تناظر میں مستقبل کی انسانیت کے لئے ہمہ گیر فکر۔

☆☆☆

سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد جس فراست و ذہانت سے سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عالم اسلام کو سنبھالا یا سہارا دیا اور دشمنان اسلام کی سازشوں اور شرارتوں کی مزاحمت کرتے ہوئے اسلام کا پھریرا تین براعظموں کے اندر دور دور تک لہرا دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ بالآخر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر شب خون مارتے ہوئے دوسرے گھروں کی چھتوں سے چھپتے چھپاتے حملہ آور جب اچانک بیت الخلافت میں کودے اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا تو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک کی ابتداء سے آخر

تک برقرار مجلس شوریٰ یعنی ''عشرہ مبشرہ'' بالخصوص حضرات علیؓ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنھم نے مل کر شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ سے پیدا ہونے والے بحران کو سنبھالنے کی جدو جہد شروع کر دی جو بالآ خر اپنے منطقی انجام **تحکیم** (یعنی عالم اسلام کی مصالحت) پر منتج ہوئی۔۔۔ یوں پرسکون ہو کر امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ اور باغیوں (جنہیں خوارج کہا جاتا ہے) سے قصاص لینا شروع کیا اور ان کے بڑے حصے کو نہروان وغیرہ کی جنگوں میں تہ تیغ کر دیا۔ اس کے بعد پھر دشمن نے ساز باز شروع کر دی اور خفیہ طور پر طے کیا کہ صلح میں شریک دونوں حضرات علی و معاویہ رضی اللہ عنھما اور صلح میں سب سے اہم کردار ادا کرنے والے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا جائے طے شدہ پروگرام کے مطابق بیک وقت فجر کی نماز کے دوران اپنے اپنے مقام پر عالم اسلام کی ان اہم اور مقتدر شخصیات پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بچ گئے' معاویہ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اپنی شہادت سے قبل امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند اکبر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جو وصیت فرمائی اس کی تکمیل کرتے ہوئے محولہ **تحکیم** والی صلح کی پھر تجدید فرمائی جسے تاریخ اسلام **عام الجماعۃ**۔۔۔ اتحاد کا سال۔۔۔ کے نام سے یاد رکھتی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت اپنی غیر معمولی خصوصیات کے ناطے انتہائی کامیاب و کامران رہا اتنا کہ شاعر مشرق حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ ان کے دورِ امن و عافیت کے ایک لشکر کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گئے۔

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

یہ الفاظ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عسکری لشکر جس کی قیادت سیدنا عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کر رہے تھے' سے متعلق ہیں۔ جنہوں نے مراکش کی انتہا پر بحر اوقیانوس میں اپنا گھوڑا یہ کہتے ہوئے بپھرے سمندر میں ڈال دیا کہ

> ''اے اللہ جہاں تک مجھے خشکی نظر آئی وہاں تک میں نے قرآن کا پیغام' اسلام کی تبلیغ اور انصاف و مساوات کو حتی المقدور ممکن بنایا اگر میرے علم میں ہوتا کہ اس خوفناک سمندر سے پرے کوئی آباد علاقہ ہے تو میں وہاں بھی اسلامی و قرآنی اقدار پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا۔''

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد بھی وہی تسلسل جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور ہمایوں

سے جاری تھا' آگے بڑھتا رہا جس کے لئے اس عظیم المرتبت انسان کی شہادت کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کے ذریعے خراج عقیدت پیش فرمایا:

''اے اللہ اس وقت کی پوری دنیا میں اپنے نامہ اعمال کو جس شخص کے نامہ اعمال کے مطابق بنانا چاہتا ہوں وہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔''

شہید اسلام امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محولہ ارشاد گرامی امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی حدیث کی کتاب ''الآثار'' سے لے کر تاریخ اسلام کی تقریباً تمام کتابوں میں نقل ہوا ہے۔ انہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کی آرزو کے برعکس کیسے جا سکتے تھے وہ بھی دور فاروقی کی ان تمام خصوصیات کو اپنے والد محترم کی طرح اسلامی معاشرے میں زیادہ سے زیادہ نمایاں دیکھنا چاہتے تھے مگر منافقین معاندین' جن کا کام ہر لحہ بحران پیدا کرنا تھا' کے لئے کسی طور یہ امر ناگوار و ناقابل برداشت تھا مزید اس زمانے کی ''سپر رومن امپائر'' عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سپاہ کے ہاتھوں زخم خوردہ ہونے کے باوجود خفیہ طور پر ان شرارت پردازوں کی پشت پناہ تھی اور مشرقی ایرانی شہنشاہیت ختم ہونے کے باجود اس دور کے عالمی جاگیرداروں' زمینداروں اور قبائلی سرداروں کی سازشوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ ان کی دوطرفہ سازشوں اور شرارتوں کے نتیجے میں سرحدی شہر کوفے والوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ہاں مہمان نوازی اور خاطر تواضع کے بہانے پہلے دعوت دی ان کی مسلسل دعوت پر جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو یہ میزبان کوفی لشکر کے ساتھ شامل ہو کر ان کے مقابل خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے شیعہ وسنی تمام تواریخ میں دیکھا جا سکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے خطاب کر کے بار بار فرمایا:

''میں تمہاری دعوت پر یہاں آیا ہوں اب تم تلواریں سونت کر میرے مقابلے پر کیوں آ گئے ہو؟''

آپ نے ان کا نام لے لے کر فرمایا: ارے فلاں تم نے خط لکھا تھا۔ اے فلاں تم نے بھی تو خط لکھا۔ فرداً فرداً مکتوب بھیجنے والوں کا نام لے کر انہیں باور کروایا۔۔۔۔ جواب میں ان کوفی سرداروں نے یہ کہا ''اے حسین (رضی اللہ عنہ) تم جھوٹ کہتے ہو ہم نے تمہیں نہیں بلایا۔'' (العیاذ باللہ)۔۔۔ اس صورت حال کو بھانپتے ہوئے ہر ذی شعور اور صاحب دل (اور

اگر ضمیر نامی کوئی شے ہے تو ہر باضمیر) یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ انتہائی دیانت دار اور راست گو تھے جب کہ کوفی سردار ہر لحاظ سے عیار و مکار اور جھوٹے تھے۔

آخر امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا کیا بگاڑا تھا کہ انہیں شہید کر ڈالا حضرات عثمان غنی و علی مرتضٰی رضی اللہ عنھما نے ان کا کیا بگاڑا تھا کہ انہیں شہید کر دیا۔۔۔اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان دغا بازوں اور جھوٹوں کا کیا بگاڑا تھا کہ انہیں بھی شہید کر دیا۔۔۔اس کا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ ان تمام ذی وقار حضرات نے قرآن کی عظمت' انصاف و مساوات کی سربلندی' جاگیرداروں اور مفاد پرستوں کی بیخ کنی کا عزم مصمم کیا ہوا تھا۔ اپنی ہر گفتگو اور ہمہ قسم کی تبلیغ کے دوران ہمیشہ محولہ انسانی اقدار کو پیشِ نظر رکھا۔ دشمن اس عمل کو قطعاً برداشت نہ کر پایا مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار کی ممکنہ کاوشیں کرتا رہا اور ہر ہر طرح سے وار کرتا رہا۔مگر اسلامیان عالم کے یہ زعما اپنے موقف سے سرِ مو ادھر ادھر نہ ہوئے۔۔۔مسلمان ایسی زندہ دل قوم تھی جو اپنے ان مقتدر و محترم مقتدیان کی راہنمائی میں سرخرو ہو کر نکلی اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر قرآنی و اسلامی عظمت کا پرچم سربلند رکھا اور معاشی و معاشرتی عدل کے اظہار و ابلاغ سے ذرہ برابر گریزاں نہ ہوے۔ ان تمام عظیم شہادتوں کے تسلسل میں ہمارے لئے یہی سبق ہے کہ ہم ان کے عظیم مشن اور سچے عزائم کو پیشِ نظر رکھیں اور دشمنان اسلام خصوصاً اسلام کی آڑ میں منافق بن کر جو اپنے کینہ وبغض کا اظہار کرتے ہیں انہیں پہچانیں غلط روایات کی چھان پھٹک کریں۔ نیز ان عظیم تر شہادتوں سے صرف اور صرف یہی درس ملتا ہے کہ ہم شاہراہ قرآن پر گامزن رہیں تو ہماری عظمت رفتہ بحال ہوگی۔ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے رفیق لبیب وصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد شہادتوں کی اس عظیم الشان جگمگاتی اور منور محفل میں پہلے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور اس کے آخر میں حسین رضی اللہ عنہ ہیں اقبال نے ان دونوں شہید ہستیوں کو منظوم خراجِ عقیدت پیش فرمایا: سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ کلمات کہے:

اے نخیلِ دشتِ تو بالندہ تر
برنخیزد از تو فاروقے دگر

اے صحرائے حجاز میری دعا ہے تیرے نخلستان کے زیادہ سے زیادہ بلند و بالا درخت ہوں اب تک تو تیرے بطن سے دوسرا ''فاروق'' پیدا نہیں ہوسکا۔ (کاش تیری زمین سے ایک اور ''فاروق'' پیدا ہو جائے)

اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو یوں خراج پیش کیا:

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابناک ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوع اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف و سورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-				
سورۃ النمل	(27)	280	225/-				
سورہ القصص	(28)	334	250/-				
سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)، 25/B، گلبرگ 2، لاہور، فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے بندۂ مومن! تو کجائی؟ تو کجائی؟

اقبالؒ کا مردِ مومن

﴿علامہ اقبالؒ کے یومِ وفات (اپریل 1974ء) کی تقریب پر پرویز صاحب کا خطاب﴾

عزیزانِ گرامی قدر۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

ہم آج ایک ایسی واجب الاحترام ہستی کا یومِ وفات منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں جو ملتِ اسلامیہ کا بالعموم اور ہم اہلِ پاکستان کا بالخصوص عظیم محسن ہے۔ پوری ملت کا اس لئے کہ اس نے خدا کی اس کتاب جلیل کو جسے ہم نے صدیوں سے ''نقش ونگارِ طاقِ نسیاں'' بنا کر رکھ چھوڑا تھا اور جس کا مقصد اس سے زیادہ کچھ نہیں رہ گیا تھا۔۔۔ کہ از یٰسینِ او آساں بمیری۔۔۔ (ترجمہ: کہ اس کی سورہ یٰسین پڑھنے سے جان آسانی کے ساتھ نکلے۔) پھر سے کتابِ زندہ کی صورت میں پیش کیا اور اہلِ پاکستان کا اس لئے کہ اس نے اس بے مقصد مصروفِ دشت پیمائی اور صحرا نوردی قوم کے سامنے زندگی کا ایک بلند نصب العین رکھا۔ یعنی ایک ایسی آزاد مملکت کا تصور جس میں اسلام پھر سے ایک عملی نظام کی حیثیت سے کارفرما ہو سکے۔ علامہ اقبالؒ کے یہ بہت بڑے احسانات ہیں جن سے ہم عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ ان کے احسانات کا یہی احساس ہے جس کی بنا پر میں 1938ء سے آج تک ان کے زندگی بخش پیغام کی یاد تازہ کراتے چلا آرہا ہوں اور یہی آج کے اجتماع سے بھی مقصود ہے۔ ''پیغامِ اقبالؒ اور قرآن کریم'' میرا مخصوص موضوع ہوتا ہے۔ اس موضوع کے متنوع گوشے ہیں۔ جنہیں بہ تمام و کمال کسی ایک نشست میں پیش کرنا ناممکن ہے۔ ایک نشست میں ان میں سے کوئی ایک گوشہ ہی سامنے لایا جا سکتا ہے۔ میں آج جس گوشہ کو نمایاں کرنا چاہتا ہوں اس کا عنوان ہے۔ اقبالؔ کا مردِ مومن۔ اس موضوع تک پہنچنے کے لئے ایک تمہید ناگزیر ہے۔۔۔ ایسے ہی ناگزیر جیسے فصل بونے کے لئے زمین کا ہموار اور نرم کرنا ناگزیر ہوتا ہے کہ ''تمہید'' کے بنیادی معنی یہی ہیں اور اقبالؔ تو خود اس دنیا کی زندگی کو مزرعِ آخرت کی تمہید قرار دیتا ہے جب کہتا ہے کہ

زمیں خاکِ درِ مے خانۂ ما
فلک یک گردشِ پیمانۂ ما
حدیثِ سوز و ساز ما دراز است
جہاں دیباچۂ افسانۂ ما

اور ہمارے موضوع کی تمہید یا دیباچہ یہ ہے:

تمہید

قرآن کریم' داستانِ حیات کو بڑے عجوبانہ لیکن اس کے ساتھ ہی انتہائی حکیمانہ انداز سے بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ زندگی' ناقابل نمو جامد مادہ (Inorganic matter) میں محوِ خواب تھی کہ پانی کے چھینٹے نے اس کی آنکھ کھول دی۔ یوں پانی اور مٹی کے امتزاج سے اولین جرثومۂ حیات وجود میں آیا۔ یہ جرثومہ جوشِ نمو سے دو حصوں میں بٹ گیا جس سے نر و مادہ کا امتیاز عمل میں آ گیا اور ان کے اختلاط سے کاروانِ حیات' شاخ در شاخ مختلف سمتوں میں بڑھتا' پھولتا' پھلتا' رواں دواں پھیلتا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ تا آنکہ وہ کروڑوں سال کی منزلیں طے کرتا اور پہلو بدلتا پیکرِ حیوانی میں نمودار ہو گیا اور جب اس نے ایک ارتقائی جست اور آگے لگائی تو زندگی نے لباسِ بشریت اختیار کر لیا۔[1]

یورپ کے سائنسدان اپنی صدیوں کی تحقیق و کاوش کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں جسے قرآن نے چودہ سو سال پہلے ان اشارات میں بیان کر دیا تھا لیکن اس کے بعد حکمائے مغرب کے نظریہ اور قرآنی حقائق میں ایسا ناقابلِ مفاہمت اختلاف سامنے آتا ہے جسے کفر اور ایمان کے افتراق سے تعبیر کیا جائے گا۔ مغربی محققین کا نظریہ یہ ہے کہ انسانی اور حیوانی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ بجز اس کے کہ انسانی شعور کی سطح ذرا زیادہ بلند ہے۔ دونوں فطرت کے طبعی قوانین کے تابع زندگی بسر کرتے۔ یعنی کھاتے' پیتے' افزائش نسل کرتے اور بالآخر مر جاتے ہیں۔ موت کے ہاتھوں جس طرح دیگر حیوانات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اسی طرح انسانی زندگی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بالفاظِ دیگر ''انسانی پیکر'' ارتقاء کے سلسلۂ دراز کی آخری کڑی ہے۔ اس کے بعد فنا ہے۔ قرآنِ کریم اس تصورِ حیات کو کفر' یعنی حقیقت سے انکار قرار دیتا ہے۔ جب کہتا ہے کہ: **وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ** (47:12)- حقیقت سے انکار کرنے والے (یعنی کفار) حیوانی سطح پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ یعنی کھاتے پیتے اور بالآخر مر جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ذرا سوچو تو سہی کہ فطرت کا وہ تخلیقی پروگرام جس کی ابتدا اس قدر معجزانہ انداز سے ہوئی۔ پھر کاروانِ حیات جس انداز سے مختلف وادیوں میں سے گزرا۔ اس نے جس طرح انواع و اقسام کے کروڑوں پیکر اختیار کئے۔ اپنی خاصیتیں بدلیں۔ نوعیتیں تبدیل کیں۔ اس میں ایسے ساحرانہ تغیرات نمودار ہوئے کہ کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ عروسِ حیات جو بہ ہزار عشوہ و رعنائی پیکرِ انسانی میں کھڑے مسکرا رہی ہے' وہی ہے جس کا آغاز ایک جرثومہ حیات سے ہوا تھا۔ ذرا سوچو کہ یہ تمام محیر العقول پروگرام۔ یہ حیرت بدوش زندگی یہ سرتا سر طلسماتی منزلیں۔ اس تمام نظامِ ارتقاء کا ماحصل یہی تھا کہ موت کی ایک ٹھوکر اس کارگۂ نمود و جود کو مٹی کے گھروندے کی طرح پامال کر کے رکھ

1. میں نے اس مقام پر محض اشارات سے کام لیا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی میری کتاب ''ابلیس و آدم'' میں ملے گی۔

دے؟ سوچو کہ یہ تصور کس قدر بے معنی اور یہ نظریہ کیسا بعید از قیاس ہے! لعبتِ خاک ساختن می نسزد خدائے را۔ (ترجمہ: مٹی کی گڑیا بنانا اے خدا آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔) قرآن نے کہا کہ پیکرِ بشریت سلسلۂ ارتقاء کی آخری کڑی نہیں۔ یہ ایک جدید سلسلۂ ارتقاء کی اولین کڑی ہے۔ یہاں سے کاروانِ حیات ایک نئی منزل میں داخل ہوتا ہے۔ انسانی زندگی اس کے طبعی جسم ہی سے عبارت نہیں۔ اس میں ایک اور چیز بھی ہے جسے انسانی ذات' نفس یا خودی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اس سے پہلے مقصود صرف طبعی جسم کی نشوونما تھا لیکن اب مطلوب انسانی ذات کی نشوونما ہے۔ انسانی جسم کی نشوونما دیگر حیوانات کی طرح طبعی قوانین کی رو سے ہوتی ہے لیکن انسانی ذات کی نشوونما ان غیر متبدل اقدار کی رو سے ہوتی ہے۔ جو وحی کے ذریعے ملتی رہی ہیں اور جواب قرآن کے اندر محفوظ ہیں۔ انسانی جسم کی نشوونما کیسے ہی لطیف و نفیس انداز سے کیوں نہ ہو وہ انسانی جسم ہی رہتا ہے۔ ارتقاء کی اگلی منزل میں نہیں پہنچتا لیکن جب انسانی ذات کی نشوونما سے ''انسان'' سلسلۂ ارتقاء کی اگلی اور بلند منزل میں پہنچ جاتا ہے پھر موت سے اس کا جسم تو پیوندِ خاک ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی ذات کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔ وہ زندگی کی مزید ارتقائی منازل طے کرنے کے لئے آگے بڑھ جاتی ہے۔ جس انسان میں اس کی ذات کی نشوونما شروع ہو جائے اسے قرآن کی اصطلاح میں مومن کہا جاتا ہے۔ دین (یعنی اسلامی نظامِ حیات) کا مقصد انسان کو مومن بنانا ہے۔ قرآن کریم وہ ضابطہ زندگی یا پروگرام عطا کرتا ہے جس کی رو سے ایک انسان 'مردِ مومن' بن سکتا ہے۔ اس پروگرام کی رو سے' حسنات وہ اعمال ہیں جن سے انسانی ذات کی نشوونما اور تعمیر ہوتی ہے اور سیّئات وہ کام جن سے اس کی تخریب ہوتی ہے۔ یہی خیر و شر کا نقطۂ امتیاز' اور نیکی اور بدی کا معیار و مقیاس ہے۔

آگے بڑھنے سے پیشتر اس حقیقت کا سمجھ لینا ضروری ہے کہ مغرب کے تصورِ حیات اور قرآنی تصور کا فرق محض نظری (Theoretical) یا سائنسی تحقیق کے نتائج کا فرق نہیں۔ یہ ایسا بنیادی فرق ہے جس سے انسانی زندگی کا ہر شعبہ۔۔۔ معاشرتی' معاشی' سیاسی' تمدنی وغیرہ اساسی طور پر متاثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن نے اسے کفر اور ایمان کے فرق سے تعبیر کیا ہے۔ مغربی نظریہ کی رو سے انسانی زندگی محض طبعی زندگی ہے۔ جو دیگر حیوانات کی طرح طبعی قوانینِ فطرت کی تابع رہتی ہے۔ اس زندگی میں طبعی قوانین سے ماوراء یا بلند کوئی اور قانون نہیں۔ یہ جو آپ اقوامِ مغرب کے ہاں ہر جگہ ''جنگل کا قانون'' کارفرما دیکھتے ہیں تو یہ اسی نظریۂ زندگی کا عملی اور فطری نتیجہ ہے۔ اسی کو سیکولرازم یا لادینیت کہا جاتا ہے۔ اور جس جہنم میں

آج ساری دنیا ماخوذ ہے وہ اسی نظریہ کے برگ وبار ہیں۔ اقبالؔ کے الفاظ میں:

یورپ از شمشیرِ خود بسمل فتاد
زیرِ گردوں رسمِ لادینی نہاد
درنگاہش 'آدمی' آب و گِل است
کاروانِ زندگی بے منزل است

(پس چہ باید کرد۔ص56)

آپ نے دیکھا کہ سائنس کا ایک غلط نظریہ کس طرح انسانی زندگی کے ہر شعبے کو زیروزبر کردیتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن کی رو سے دینؔ اور دنیاؔ میں کوئی مغائرت یا ثنویت نہیں' تو اس سے یہی مراد ہے۔ جب تک انسانی زندگی کے متعلق اقوام مغرب کا زاویہ نگاہ نہیں بدلتا وہاں کے سیاسی' معاشی' معاشرتی نظام میں کوئی صالح تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس غلط نظریۂ حیات کے تخریبی نتائج نے جو قیامت برپا کررکھی ہے اس سے متاثر ہوکر اب یورپ کے مفکر رفتہ رفتہ اس طرف آرہے ہیں کہ انسانی زندگی محض حیوانی زندگی نہیں۔ اس سے آگے کچھ اور ہے اور اب مزید ارتقاء طبعی جسم کا نہیں بلکہ اس کے انسانی مضمرات کا ہوگا۔ روسؔ کا مشہور مفکر اوسؔ پنیسکی اپنی مشہور کتاب (In Search of the Miraculous) میں لکھتا ہے:

اب انسانی ارتقاء کا مفہوم ہے ان قویٰ اور ممکنات کا نشوونما پانا جو ازخود نشوونما نہیں پاسکتیں۔ یعنی جن میں میکانکی طور پر بالیدگی پیدا نہیں ہوسکتی۔ صرف اس نہج کی نشوونما صرف اس انداز کی بالیدگی انسان کا حقیقی ارتقاء کہلاسکتی ہے۔ اس کے سوا کسی اور چیز کو انسانی ارتقاء نہیں کہا جاسکتا۔

برگساںؔ اس سلسلہ میں لکھتا ہے کہ اب ارتقائی منازل سے مقصود یہ ہے کہ ''انسان ان حدود سے آگے بڑھ جائے جو مادی فطرت نے نوعِ انسان پر عائد کررکھی ہیں۔''

اور پروفیسر آرتھر تھامس اپنی کتاب (Two Sources of Morality and Religion Gospel of Evolution) کا خاتمہ ان الفاظ سے کرتا ہے کہ:

ہم یہ کہنے کی جرأت کرسکتے ہیں کہ ہکسلے نے یہ غلط کہا تھا کہ کائناتی تجربہ کا اخلاقی مقاصد سے کچھ تعلق نہیں اس کے برعکس ہم پروفیسر (Patriok Geedes) سے متفق ہیں کہ فطرت درحقیقت اخلاقی عمل ہی کی مادی شکل کا نام ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ حقیقت' ارتقائی کتاب مقدس کا نہایت اہم جزو ہے۔ حیوانات سے ہمارا تعلق اب ہمیں ملائکہ کی طرف لئے جارہا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ یہ حضرات اب خالص مادی نظریہ ارتقاء کو باطل قرار دے کر کس طرح انسانی ارتقاء کی طرف

آ رہے ہیں لیکن چونکہ قرآن کی شمع تابندہ ان کے سامنے نہیں اس لئے مزید ارتقائی منازل کے راستے اور ان کے طے کرنے کا پروگرام، ہنوز نکھر اور اُبھر کر ان کے سامنے نہیں آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بھی ہو جائے گا کہ اس کے سوا انسان کے لئے کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا۔

مستقل اقدار

میں نے پہلے کہا ہے کہ انسانی ذات کی نشو ونما مستقل اقدار کے مطابق زندگی بسر کرنے سے ہوتی ہے۔ ان اقدار کی اصل وحقیقت کا سمجھ لینا ضروری ہے۔ قرآن کریم نے ذاتِ خداوندی کا تعارف اس کی صفات کی رو سے کرایا ہے۔ جنہیں الاسماء الحسنٰی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ان صفات یا اسماء کی رو سے ذات خداوندی کے مختلف گوشوں کی جھلک سامنے آتی ہے۔ انسانی دنیا میں انہی کو مستقل اقدار کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ تو ایسی صفات ہیں جو ذاتِ خداوندی سے مختص ہیں۔ مثلاً **ھو الاول و الاخر. ھو الظاھر و الباطن.** یعنی اس کا زمان اور مکان کی حدود سے ماوراء ہونا۔ **یافطر السمٰوٰت و الارض.** کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا۔ اس قسم کی صفات کے سوا، باقی صفات ایسی ہیں جنہیں انسان علیٰ حد بشریت، اپنی ذات میں منعکس کر سکتا ہے۔ انہی کو مستقل اقدار کہا جاتا ہے۔ قرآن نے انہیں **صبغة الله (2:138)**۔ یا ''اللہ کا رنگ'' کہہ کر پکارا ہے۔ جوں جوں انسان ان صفات کو اپنی ذات میں منعکس کئے جاتا ہے اس کی ذات کی نشو ونما ہوتی جاتی ہے۔ قرآن میں بیان کردہ صفات خداوندی پر نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ان میں سے بیشتر صفات ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ مثلاً خدا غفور الرحیم بھی ہے اور شدید العقاب بھی۔ وہ عفو، کریم بھی ہے اور جبار ومتکبر بھی۔ ان صفات میں باہمدگر تضاد ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مختلف خصوصیات کا مجموعہ ہے۔ جن میں سے ہر خصوصیت (صفت) کا ظہور اس کے مناسب موقعہ پر ہوتا ہے۔ وہ ظالم کے لئے نہایت سخت گیر ہے اور مظلوم کے لئے رحیم وکریم۔ وہ قوانین خداوندی کے سامنے جھکنے والے کو سرفرازی اور سربلندی عطا کرتا ہے اور ان سے سرکشی برتنے والے کی نخوت وتکبر کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ سوال ان صفات ہی کا نہیں۔ اس کے ساتھ سوال یہ بھی ہے کہ کس موقعہ پر خدا کی کس صفت کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ بات قرآن کریم کے گہرے مطالعہ سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔

ہمارے ہاں جب مومنین کی خصوصیات کا ذکر ہوتا ہے تو اس کے لئے عام طور پر چند اخلاقی خوبیاں گنا دی جاتی ہیں۔ (مثلاً) وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ بد دیانتی نہیں کرتے۔ وغیرہ۔ یہ ٹھیک ہے۔ مومنین ان خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔۔۔ لیکن جس باب میں مومن دوسرے ''نیک لوگوں'' سے منفرد ہوتے ہیں۔ وہ اور ہے۔ وہ خصوصیت یہ ہے کہ جب کوئی واقعہ خارجی دنیا میں ظہور میں

آئے تو اس وقت جس صفت خداوندی کو ظہور میں آنا ہو۔ مومن کی طرف سے اسی صفت کا ظہور ہو۔ یعنی ہر واقعہ پر اس کا ردِعمل وہی ہو جو اس کے خدا کا ''ردِعمل'' ہو۔ گرفت کے موقع پر گرفت۔ رحم کے موقعہ پر رحم۔ سرسام زدگان کی فصد کھولنے کے لئے نوکِ نشتر اور زخموں کے اندمال کے لئے مرہم کا پھاہا۔

اس تمہید سے یہ حقیقت سامنے آ گئی ہو گی کہ قرآن کریم نے ذاتِ خداوندی کی صفات اور مختلف مواقع پر ان کے ظہور کی جو تفاصیل بیان کی ہیں وہ حدود بشریت کے اندر درحقیقت مومنین کی خصوصیات کا تذکرہ ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن کریم کی ساری تعلیم کا منتہیٰ ومقصود یہ بتانا ہے کہ ایک انسان کس طرح مومن بنتا ہے اور مومن کی زندگی سے کس کس قسم کی خصوصیات کی نمود ہوتی ہے۔ میں نے ''نمود'' کا لفظ ارادتاً استعمال کیا ہے۔ بتانا اس سے یہ مقصود ہے کہ ایک مومن (مثلاً) جب عدل کرتا ہے تو وہ محنت وکاوش سے (With Effort) ایسا نہیں کرتا۔ عدل اس کی ذات کی خصوصیت ہے۔ جو مناسب موقعہ پر خود بخود نمودار ہو جاتی ہے' جس طرح روشنی اور حرارت سورج کی ذاتی خصوصیت ہے۔ جس کا انعکاس خود بخود ہوتا رہتا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ مومن جس وقت سخت گیر ہوتا ہے اس وقت اس میں رحیمی اور کریمی کی صفت موجود نہیں ہوتی۔ مومن کی ذات میں یہ تمام صفات ہر وقت موجود رہتی ہیں اور مناسب مواقع پر خود بخود ظہور میں آتی رہتی ہیں۔ یوں کہئے کہ مومن مختلف صفات کا مجموعہ نہیں ہوتا۔ اس کی ذات ہمہ گیر ہوتی ہے جس میں یہ تمام صفات یوں سموئی ہوئی ہوتی ہیں جس طرح پھول میں خوشبو' رنگینی' لطافت' نزاکت اور طبی خواص۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے' قرآن مجید درحقیقت مومنین کی اپنی صفات ومحاسن کا تذکرۂ جمیلہ ہے اس کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ اَنزَلْنَا اِلَيْكُمْ كِتَاباً فِيْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (21:10)-

ہم نے تمہاری طرف ایک کتاب نازل کی ہے جس میں خود تمہارا ذکر ہے۔ اس حقیقت کو عقل وبصیرت کی رو سے سمجھو۔

دیکھئے اس عظیم حقیقت کو اقبالؔ کس حسین انداز میں بیان کرتا ہے جب کہتا ہے کہ

محمد ﷺ بھی ترا' جبرئیل بھی' قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا

اور جس طرح قرآن کریم مختلف طرق واسالیب سے مومنین کی خصوصیات کبریٰ کا تذکرہ کرتا ہے' اسی طرح اقبالؔ بھی گوناگوں انداز سے مومنؔ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لاتا ہے۔

یہاں یہ اہم سوال سامنے آتا ہے کہ ارتقاء کے اس عظیم نظام سے مقصد افراد انسانیہ کی ذات کا نشوونما ہی

ہے یا یہ نظامِ کائنات کے خدائی پروگرام میں بھی کوئی اہم کردار ادا کرتا ہے۔قرآن بتاتا ہے کہ یہ درحقیقت خدائی پروگرام کی تکمیل کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ وہ ان افراد (مومنین) کو حزب اللہ (5:56) کہہ کر پکارتا ہے۔ یعنی خدا کی پارٹی۔ یہ ایک عظیم حقیقت ہے جسے قرآن نے ان دولفظوں میں اپنے مخصوص معجزانہ انداز میں بیان کر دیا ہے۔اس سے مقصود یہ ہے کہ انسانی دنیا میں خدا نے جس قدر ذمہ داریاں اپنے اوپر لے رکھی ہیں' وہ خدا کی اس پارٹی (جماعت مومنین) کے ہاتھوں سرانجام پاتی ہیں۔مثلاً مدینہ میں اس جماعت کی اپنی مملکت قائم ہوئی لیکن مکہ میں ابھی ایسے مسلمان تھے جو گھر کر رہ گئے تھے اور مخالفین انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے۔ یہ لوگ اپنی انتہائی مظلومیت کی حالت میں خدا کو مدد کے لئے پکارتے تھے۔ خدا قادرِ مطلق ہے۔اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہ تھا کہ وہ ان ستم زدگان کی براہِ راست مدد کر کے انہیں وہاں سے نکال لیتا لیکن اس نے خود ایسا نہیں کیا۔اس نے اپنی پارٹی (یعنی مدینہ کے مسلمانوں) سے کہا کہ:

> (اے ہماری پارٹی کے لوگو! حزب اللہ) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ظالمین مکہ کے خلاف جنگ کے لئے نہیں نکلتے؟ تم سنتے نہیں کہ وہاں کے مظلوم' مرد' عورتیں' بچے' کس طرح بلک بلک کر ہمیں پکار رہے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے نشوونما دینے والے! ہمیں اس بستی سے جس کے باشندوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے بحفاظت نکال لینے کا سامان پیدا کر دے۔تو ہمارے لئے کوئی مددگار بھیج۔ تو کسی کو ہمارا پشت پناہ بنا۔ (4:75)-

آپ نے غور فرمایا کہ وہ لوگ خدا کو مدد کے لئے پکار رہے تھے' اور خدا ''حزب اللہ'' یعنی اپنی پارٹی سے کہہ رہا تھا کہ تم سنتے نہیں ہو کہ وہ لوگ ہمیں کس طرح پکار رہے ہیں۔تم اُن کی مدد کے لئے کیوں نہیں اُٹھتے۔ یہ ان کی مدد کے لئے اُٹھے اور ان کے دشمنوں کو میدان جنگ میں فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔اس جنگ کا ذکر کرتے ہوئے خدا نے بعد میں کہا کہ: **فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَـٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ.** وہاں ان مخالفین کو تم قتل نہیں کر رہے تھے' ہم قتل کر رہے تھے۔ **وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَىٰ** (8:17)- تم تیر نہیں چلا رہے تھے' ہم چلا رہے تھے۔اور یہ اس لئے تھا: **وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا** (9:40)- کہ مخالفین حق وصداقت کے پروگرام کو شکست ہو اور خدا کا پروگرام غالب آئے اور اس کے لئے کہا کہ: **إِن تَنصُرُوا اللّٰهَ يَنصُرْكُمْ** (47:7)- اگر تم خدا کی مدد کے لئے اُٹھو گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا' کہ تم درحقیقت خدا کے پروگرام کی تکمیل کے لئے مصروف تگ ودو ہوتے ہو۔

یہ ہے عزیزانِ من! جماعتِ مومنین کا مقام اور یہ ہے وہ دلکش و بصیرت افروز انداز جس سے خدا ان کا تذکرہ کر رہا ہے۔ علامہ اقبالؔ نے بار بار کہا ہے کہ ان کا پیغام، قرآن کے پیغام ہی کی تشریح و تبیین ہے۔ اس لئے ان کا کلام ''بنیادی طور پر'' مردِ مومن کی خصوصیات، مقام، فریضۂ حیات اور مطمحِ زندگی کا تابندہ و درخشندہ آئینہ ہے۔ آیئے اس آئینہ میں مردِ مومن کی چند ایک جھلکیاں دیکھیں۔

بندۂ مولا صفات

ہم دیکھ چکے ہیں کہ مومنؔ وہ ہے جس کی ذات میں، صفاتِ خداوندی علیٰ حد بشریت، جھلمل جھلمل کر رہی ہوں اور کائنات کے خدائی پروگرام اس کے ہاتھوں تکمیل تک پہنچیں۔ دیکھئے حضرت علامہ ان حقائق کو اپنی نظم مسجد قرطبہؔ میں کس وجد آفرین انداز سے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

ہاتھ ہے اللہ کا، بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
اس کی اُمیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نِگہ دِل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز
نقطۂ پرکار حق، مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام، وہم و طلسم و مجاز
عقل کی منزل ہے وہ، عشق کا حاصل ہے وہ
حلقۂ آفاق میں، گرمئ محفل ہے وہ

آپ اس مصرعہ میں ''عقل کی منزل'' اور ''عشق کا حاصل'' کی اصطلاحات پر غور فرمایئے اور پھر قرآن کریم کی اس آیۂ جلیلہ کو سامنے لایئے جس میں کہا گیا ہے کہ:

اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالاَرْضِ وَاخْتِلاَفِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لآیَاتٍ لِّاُوْلِی الاَلْبَاب O الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَاماً وَّقُعُوداً وَعَلَیٰ جُنُوبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِی خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (3:190-191)-

یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ عقل و بصیرت سے کام لیتے ہیں ان کے لئے کائنات کی تخلیق اور رات دن کی گردش میں قوانین خداوندی کی محکمیت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ ان صاحبان علم و بصیرت کے لئے جو زندگی کے ہر گوشے میں، کھڑے، بیٹھے، لیٹے، قوانین خداوندی کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے اور کائنات کے تخلیقی پروگرام پر غور و فکر کرتے رہتے ہیں اور اپنی تحقیقات کے بعد علیٰ وجہ البصیرت پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے نشو و نما دینے والے!

تو نے اس کارگہٗ ہستی کو نہ تو بیکار پیدا کیا ہے اور نہ ہی تخریبی نتائج پیدا کرنے کے لئے۔

لہٰذا مردِ مومن، علم و ایقان، فکر و ایمان، عقل و عشق، خبر و نظر کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، اس کی ذات متضاد صفات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ جن میں سے ہر صفت اپنے اپنے وقت پر اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے اور یوں دنیا اس طلسم کدۂ رنگا رنگ Kaleidoscope کے مختلف پہلوؤں کو دیکھ کر محوِ حیرت رہ جاتی اور وجد و کیف کے عالم میں بے ساختہ پکار اٹھتی ہے کہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی بُرہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان

اللہ کی بُرھان

ان ابیات میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ ایک تو یہ کہ مومن کے متعلق کہا گیا ہے کہ گفتار میں، کردار میں اللہ کی بُرہان، تو اس سے کیا مراد ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر مخلوق اپنے خالق کے جوہرِ تخلیق کی زندہ شہادت ہوتی ہے۔ مونا لیزا کے سحر آفریں تبسم کا خرنگِ بے کمان، لیونارڈو کے عظیم فنکار ہونے کی دلیل اور شہادت ہے۔ خدا نے اپنی مخلوق میں سے انسان کے متعلق کہا ہے کہ اسے احسن تقویم میں پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی حسین ترین ہیئت ترکیبی لئے ہوئے۔ ظاہر ہے کہ اس ہیئت ترکیبی سے مراد انسانی جسم کی رعنائی اور زیبائی نہیں، کیونکہ اس کے بعد ہے: **ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ O اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ.** (95:5-6)- انسان کے اندر حسین ترین مخلوق ہونے کے ممکنات پوشیدہ ہیں۔ لیکن چونکہ اسے اس امر کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان ممکنات کو جس قالب میں جی چاہے ڈھال لے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے بیباک جذبات کی رو میں بہہ کر پست تریں درجہ پر پہنچ جاتا ہے لیکن جو لوگ اپنی ذات کے ارتقائی مدارج پر یقین رکھتے ہوئے خدا کے تجویز کردہ صلاحیت بخش پروگرام پر عمل پیرا ہوں وہ پستی کے گڑھے میں گرنے کے بجائے انسانی ہیئت کے بلند ترین اور حسین ترین مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ انہی کو مومن کہا جاتا ہے۔ لہٰذا مومن کی ہر نقل و حرکت خدا کے احسن الخالقین ہونے کی شہادت ہوتی ہے۔ اس کے کردار کو دیکھ کر ہر شخص بلا ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ جس ہستی کا تخلیقی شاہکار ایسا ہے اس کے بے مثل و بے نظیر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اس لئے مومن۔۔۔ گفتار میں، کردار میں اللہ کی بُرہان بن جاتا ہے۔

تقدیر یزداں

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ قدرت کے مقاصد کا عیار اس

کے ارادے۔ یہ بھی ایک عظیم حقیقت کا اظہار ہے۔ مطلب اس سے یہ ہے کہ اگر کسی نے یہ معلوم کرنا ہو کہ فلاں معاملہ میں خدا کی مشیت' اس کا ارادہ کیا ہے۔ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ معلوم کرے کہ اس باب میں مردِ مومن کا فیصلہ اور ارادہ کیا ہے۔ اس موقعہ پر جو فیصلہ مومن کا ہو' سمجھ لیجئے کہ وہی خدا کی مشیت ہے۔ خدا ایسا ہی کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے کہ مومنین کے متعلق بتایا یہ گیا ہے کہ: **وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ** (76:30)۔ وہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ ان کی مشیت مشیّت خداوندی کی مظہر ہوتی ہے اور ان کا چاہنا خود خدا کا چاہنا۔ اس حقیقت کو حضرت علامہ نے اپنے اس شعر میں بانداز نو بیان کیا ہے جسے دہرایا تو اکثر جاتا ہے' لیکن سمجھا بہت کم۔ یعنی

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

خودی کی بلندی کے معنی یہ ہیں کہ انسانی ذات' صفات خداوندی کی آئینہ دار بن جائے۔ جب ایسا ہو جائے تو پھر مومن کا ارادہ وہی ہوتا ہے جو خدا کا ارادہ ہو۔ اس کا فیصلہ وہی ہوتا ہے جو خدا کا فیصلہ ہو۔

چوں فنا اندر رضائے حق شود
بندۂ مومن قضائے حق شود

اس طرح مومن کے ارادے اور فیصلے' خدا کے مقاصد کے پہچاننے اور ماپنے کا مقیاس بن جاتے ہیں۔ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ بدؔر کے میدان میں جماعت مومنین کی مقاتلانہ تگ و تاز کے متعلق خدا نے کہا تھا کہ تم تلواریں نہیں مار رہے تھے' ہم مار رہے تھے۔ تم تیر نہیں چلا رہے تھے' ہم چلا رہے تھے۔ اس طرح خدا کی مرضی تمہارے ہاتھوں سے پوری ہو رہی تھی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت علامہ جاوید نامہ میں کہتے ہیں۔

عزمِ او خلاق تقدیر حق است
روز ہیجا تیرِ اوٗ تیرِ حق است

یہ انداز گفتگو فلسفیانہ سا ہے۔ اس کو ذرا شوخ انداز میں یوں کہتے ہیں کہ

کافر ہے تو ہے تابع تقدیرِ مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الٰہی

تقدیر کے ہاتھوں رونے والے مسلمان کو' وہ' جھنجھوڑ کر کہتے ہیں کہ

ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے؟

جب مومن اس طرح خود ''تقدیرِ یزداں'' بن جاتا ہے تو پھر وہ زمانے کی تقدیروں کو بدل دیتا ہے۔ تاریخ کے دھارے کا رُخ موڑ دیتا ہے۔ اقوامِ عالم کی بساط اُلٹ دیتا ہے۔ رنگ کائنات

تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ کچھ بن جاتا ہے۔ مردِ مومن جب وہ اپنے ارادوں کو خدا کے ارادوں کے تابع کر دیتا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہ ہے مطلب حضرت علامہ کے یہ کہنے کا کہ۔۔۔ قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے۔۔۔ یہ تو رہا اس دنیا کا معاملہ۔ اور اگر کوئی یہ دیکھنا چاہے کہ اس کے اعمال اسے جنت کا مستحق بنا دیں گے یا نہیں تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ مومن کے اعمالنامہ کو سامنے رکھ کر دیکھ لے کہ اس کے اعمال اس پیمانے پر پورے اترتے ہیں یا نہیں۔ اس لئے کہ مومن کی خصوصیت یہ ہے کہ

دنیا میں بھی میزاں' قیامت میں بھی میزاں

عقل و جذبات

اب آگے بڑھئے۔ عقل اور جذبات کو دو متضاد عناصر خیال کیا جاتا ہے۔ جن میں ہمیشہ باہمی کشمکش رہتی ہے اور جب جذبات عقل پر غالب آ جاتے ہیں تو انسان تباہ ہو جاتا ہے۔ رہبانیت (یعنی تصوف) میں اس کا علاج یہ بتایا جاتا ہے کہ جذبات کو فنا کر دیا جائے۔ بظاہر یہ بات کچھ نا قابل قبول سی نظر آئے گی' لیکن یہ حقیقت ہے کہ تصوف کا یہ مسلک خود شدتِ جذبات کا پیدا کردہ ہے۔ جذبات کو اس قدر قابل نفرت سمجھنا کہ انہیں فنا کر دینا ہی مقصود حیات قرار دے لیا جائے۔ عقل کا فیصلہ قرار نہیں پا سکتا۔ عقل اسے بخوبی جانتی ہے کہ اگر انسان میں جذبات نہ ہوں تو اس کا (عقل کا) کوئی فیصلہ بروئے کار آ ہی نہ سکے۔ عقل کے فیصلے' عملی پیکر اختیار ہی جذبات کی قوت سے کرتے ہیں۔ لہٰذا عقل کا کب یہ تقاضا ہو سکتا ہے کہ وہ ایسے کار آمد عنصر کو اپنے ہاتھوں فنا کر کے خود عضو معطل بن کر رہ جائے! ترکِ جذبات کے معنی ہیں ترکِ آرزو' ترکِ مقاصد۔ اور یہ خالص جذباتی چیز ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حقیقت بھی قابل غور ہے۔ انسانی جذبات بھی اسی خدا کے پیدا کردہ ہیں جس خدا نے انسان کو عقل عطا کی ہے۔ لہٰذا خدا کی پیدا کردہ اتنی بڑی خصوصیت اور صلاحیت کو شر' فلہٰذا قابل نفرت اور لائق ترک قرار دینا خدا کے عظیم تخلیقی پروگرام کے خلاف جنگ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ خدا سے جنگ کرنا خدا کے مقربین کا شیوہ نہیں ہو سکتا اور آخری بات یہ کہ جذبات ایسی قوت نہیں جسے آپ فنا کر سکیں۔ اُنہیں آپ وقتی طور پر دبا تو سکتے ہیں' فنا نہیں کر سکتے اور دبانے کی صورت میں بھی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ آپ ان کا ایک راستہ بند کرتے ہیں تو وہ اپنے لئے دس اور راستے تراش لیتے ہیں۔ نفسیات کی اصطلاح میں اسے بدنہادی یا (Perversion) کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے جذبات کو قابل نفرت فلہٰذا فنا کر دینے کے لائق قرار نہیں دیا۔ وہ انہیں بڑی اہمیت دیتا ہے اور ان کا اسی طرح احترام کرتا ہے جس طرح عقل کا۔ لیکن وہ کہتا یہ ہے کہ

انسانی جذبات کو سرکش اور بیباک نہیں ہونے دینا چاہئے۔ انہیں ہمیشہ 'ہدایت' یعنی اقدار خداوندی۔۔۔ کے تابع رکھنا چاہئے۔ جب جذبات' آسمانی ہدایت کے تابع رہیں گے تو ان کا نتیجہ تعمیر ہی تعمیر ہوگا لیکن جب یہ اس سے سرکشی اختیار کر جائیں گے تو اس سے تباہی' بربادی' تخریب اور فساد پیدا ہوگا۔ اس کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ (28:50)-

اس سے زیادہ راہ گم کردہ کون ہوسکتا ہے جو ہدایت خداوندی سے بے نیاز ہوکر اپنے جذبات کا اتباع کرتا ہے۔

مومن میں عقل اور جذبات دونوں اپنی انتہائی شکل میں موجود ہوتے ہیں لیکن وہ ان دونوں کو ہدایت خداوندی کے تابع رکھتا ہے۔ اس پس منظر میں اس نظم کو سامنے لایئے جو ضربِ کلیم میں مدنیتِ اسلام کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے؟
یہ ہے نہایتِ اندیشہ و کمالِ جنوں
نہ اس میں عصر رواں کی حیا سے بیزاری
نہ اس میں عہد کہن کے فسانہ و افسوں
حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی
یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسم افلاطوں
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا حسنِ طبیعت' عرب کا سوزِ دروں

اس سرتاپا مرصع نظم کا ایک ایک شعر قرآن کی روشنی میں توضیح و تشریح کا متقاضی ہے لیکن نقطۂ زیرِ نظر کی رعایت سے ہم سردست اس کے مطلع تک محدود رہتے ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ مومن کی زندگی۔۔۔ یہ ہے نہایت اندیشہ و کمال جنوں۔۔۔ یعنی عقل جو اپنے انتہائے کمال تک پہنچی ہوئی ہو اور جذبات کی ایسی شدت جو سطح بیں لوگوں کی نگاہ میں دیوانگی نظر آئے۔ قرآن کریم نے عقل و جذبات کے اسی امتزاج کو چند الفاظ میں سمٹا کر رکھ دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ: **وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (3:159)**- اے رسولؐ! تم مہمات امور میں اپنے رفقاء سے مشورہ کیا کرو۔ اس کے بعد جب تم فیصلہ پر پہنچ جاؤ اور اپنے پروگرام کو بروئے کار لانے کا عزم کرلو' تو پھر قوانین خداوندی کی محکمیت پر یقین کامل رکھ کر میدان میں نکل آؤ اور تمام خطرات سے بیگانہ ہو کر جانب منزل بڑھتے چلے جاؤ۔ یقیناً فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی۔

ظاہر ہے کہ مشورہ' نہایتِ اندیشہ' کمال عقلِ و فکر کا نام ہے۔ جس میں جذبات کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر مشورہ میں جذبات دخل انداز ہو جائیں تو انسان کبھی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا وحی خداوندی کی روشنی میں عقل و

بصیرت کی رو سے' پیش نظر معاملہ کا باہمی مشاورت سے فیصلہ کرو۔ اب اگلا قدم اس فیصلہ کو بروئے کار لانا ہے۔ اس کے لئے پہلی شرط عزم راسخ ہے اور دوسری چیز اپنے فیصلہ کے مبنی برحق ہونے پر یقین کامل۔ ان کا تعلق جذبات سے ہے۔ ان مومنانہ جذبات سے جن کے حاملین کے متعلق کہا کہ: **اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ (3:173)**۔ وہ لوگ کہ جب ان سے دوسروں نے کہا کہ تمہارے مخالفین نے ہمارے خلاف ایک لشکرِ جرار جمع کر رکھا ہے۔ اس لئے ان سے ڈرو اور آگے نہ بڑھو۔ تو اس سے' بجائے اس کے کہ وہ خائف ہوں' ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں ان کی پروا کیا ہے۔ ہمارا بھروسہ قوانینِ خداوندی کی محکمیت پر ہے اور یہ اتنی بڑی قوت ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔۔۔ یہ ہے مردانِ مومن کا عزم و توکل جس کی رو سے وہ دیوانہ وار آتشِ نمرود میں کُود جاتے اور مخالفت کی ہر قوت پر غالب آ جاتے ہیں۔ دیکھئے' اقبالؒ اس حقیقت کو کیسے بصیرت افروز انداز میں بیان کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ

اُمتاں را زندگی جذب دروں
کم نظر ایں جذب را گوید جنوں
ہیچ قومے زیر چرخِ لاجورد
بے جنونِ ذو فنوں کارے نکرد
مومن از عزم و توکّل قاہر است
گر ندارد ایں دو جوہر کافر است

لیکن جذبات کی اس قدر اہمیت کے باوجود مومن کی زندگی میں یہ کس طرح اقدار خداوندی کے تابع رہتے ہیں' اسے قرآن کریم نے ایک آیت میں نہایت جامعیت سے واضح کر دیا ہے۔ جہاں کہا ہے کہ: **قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ** ۔اے رسولؐ! ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے ماں باپ' بیٹے بیٹیاں' بھائی برادر' تمہاری بیویاں یا دیگر رشتہ دار' **وَاَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوْهَا** ۔تمہارا مال و دولت جسے تم نے محنت شاقہ سے حاصل کیا ہے۔ **وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا** ۔تمہارا کاروبار جس کے مَندا پڑ جانے سے تم خائف رہتے ہو۔ **وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا** ۔اور تمہارے یہ محلات جنہیں تم اس قدر پسند کرتے ہو۔ غرضیکہ دنیا کی کوئی کشش و جاذبیت۔ **اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ** ۔ تمہارے نزدیک خدا' رسولؐ اور اس کے راستے میں جہاد سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔ **فَتَرَبَّصُوْا** ۔تو انتظار کرو **حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (9:24)**۔ تآنکہ قانونِ خداوندی اپنا فیصلہ صادر کر دے اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ۔۔۔ یہ ہے قرآن کی رو سے' اقدار خداوندی سے ٹکراؤ کی صورت میں انسانی جذبات کی حیثیت۔ اس قسم کے تصادم کے وقت مومن جذبات کا دامن جھٹک کر' اقدار خداوندی کے تحفظ

کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھ جاتا ہے۔ اسے پھر دہرا دیا جائے کہ مومن تمام معاملات کے فیصلے' ہدایت خداوندی کی روشنی میں عقل وفکر اور غور وتدبر کی رو سے کرتا ہے اور جب کسی معاملہ میں فیصلہ کرکے اسے بروئے کار لانے کا عزم کر لیتا ہے۔ تو پھر وقتی مصلحت کوشیوں سے بے نیاز ہو کر راستے کی تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اقبالؔ نے اس حقیقت کو دو لفظوں میں سمٹا دیا ہے۔ جب کہا ہے کہ

فرزانہ بگفتارم دیوانہ بہ کردارم

لیکن یہی جذبات جب اس کی راہ کے کانٹے بنتے نظر آئیں تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے کہ

یہ مال و دولت دنیا' یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وھم و گماں۔ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

عملِ تخلیق

اب ایک اور گوشے کی طرف آئیے۔ خدا کی ایک صفت' **فاطر السمٰوٰت و الارض** ہے۔ یعنی کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والا۔ یہ صفت خدا کے لئے مختص ہے اور انسانی ذات' خواہ وہ کتنی ہی نشو ونما یافتہ کیوں نہ ہو جائے۔ اس صفت میں شریک نہیں ہوسکتی۔

حیوانی سطح پر افزائش نسل کا ذریعہ تولید ہے۔ یعنی جنسی اختلاط۔ خدا اس سے بلند و برتر ہے۔ اسی لئے اس نے اپنے متعلق کہا ہے کہ: **لم یلد ولم یولد** **(112:3)**- اس کی ذات افزائش کے طریق تولید سے بلند وبالاتر ہے لیکن انسانی نسل کی افزائش' طریق تولید کی رو سے ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے حیوان اور انسان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

لیکن پیدائش کا ایک اور طریق ہے جسے عملِ تخلیق کہا جاتا ہے۔ تخلیق کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ جو عناصر موجود ہوں ان میں مختلف تراکیب سے امتزاج کے ذریعے نئی نئی چیزیں پیدا کرنا۔ خدا نے اپنے آپ کو **احسن الخالقین** کہا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے علاوہ اور خالق بھی ہو سکتے ہیں' اگرچہ ان کا عمل تخلیق' خدا کے تخلیقی نوادر جیسا حسین نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا **احسن الخالقین** ہے۔ اس سے تین نکات ہمارے سامنے آئے۔ (1) **فاطر** صرف خدا ہوسکتا ہے کوئی اور نہیں۔ (2) عمل تولید حیوانی سطح پر طریق افزائش ہے اور (3) مومن عمل تخلیق میں خدا کا رفیق ہوتا ہے۔ تولید میں صرف تکرار ہوتی ہے۔ اس کی رو سے ہر حیوان' جن میں انسان بھی شامل ہے' صرف اپنے جیسا بچہ پیدا کرسکتا ہے۔ اس میں ندرت نہیں ہوتی۔ ارتقاء نہیں ہوتا۔ فکر کی دنیا میں اسے تقلید کہتے ہیں۔ یعنی جو ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی طرح ہوتا چلا جائے۔ تخلیق کے لئے نئی فکر' نئے خیال' نئی آرزوٗ نئے نئے مقاصد کا دل میں ابھرنا' نئی نئی تمناؤں کا بیدار ہونا' شرطِ اولین ہے۔ آپ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے۔ جب تک آپ کے دل میں اس کے لئے ایک

نیا خیال نہ ابھرے۔مومنؔ کی زندگی تخلیقی کارناموں کا مظہر ہوتی ہے۔تقلید وتکرار اس کا شیوہ نہیں ہوتا۔ اقبالؔ کے پیغام کا نقطہ ماسکہ تخلیقِ مقاصد اور بیداریٔ آرزو ہے۔ وہ اپنی سب سے پہلی تصنیف ''اسرارخودی'' کے ابتدائی باب میں کہتے ہیں کہ:

زندگانی را بقا از مدعاست
کار وانش را درا از مدعاست

اور۔۔۔

ماز تخلیقِ مقاصد زندہ ایم
از شعاعِ آرزو تابندہ ایم

عملِ تخلیق کے لئے' زندگی کے بلند مقاصد پر یقین ضروری شرط ہے۔اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ:

بے یقیں را لذتِ تحقیق نیست
بے یقیں را لذتِ تخلیق نیست

اقبالؔ کے نزدیک ایمانؔ کا فطری نتیجہ' تخلیقِ مقاصد ہے۔وہ واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ:

ہرکہ او را لذت تخلیق نیست
نزدِ ما جز کافر و زندیق نیست

مومنؔ کارگہ' کائنات میں اپنے عملِ تخلیق سے نت نئے اضافے کرتا چلا جاتا ہے۔اس کو اقبالؔ مردِ حُر یا بندۂ آزاد کہتا ہے۔اس کے برعکس غلامؔ ہے۔جس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ:

کیشِ او تقلید و کارش آذری ست
ندرت اندر مذہب او کافری ست
تازگیھا وہم و شک افزائدش
کہنہ و فرسودہ خوش می آیدش

(بندگی نامہ)

حضرت علامہ فکر کی تازگی کی اہمیت کے متعلق کہتے ہیں کہ:

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ وخشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

اس کی تشریح (بال جبریل میں) ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ:

ندرت فکر وعمل کیا شے ہے؟ ذوقِ انقلاب
ندرت فکر وعمل کیا شے ہے؟ ملت کا شباب
ندرت فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی
ندرت فکر وعمل سے سنگِ خارا' لعل ناب

خدا نے اپنے عملِ تخلیق کے متعلق کہا تھا کہ: **يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ** (35:1)-وہ اپنے قانونِ مشیت کے مطابق کائنات میں نت نئے اضافے کرتا رہتا ہے۔ مومنؔ بھی ندرتِ فکر وعمل سے' نئی نئی ایجادات سے' خدا کے تخلیقی پروگرام میں اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ پولینڈ کا مفکر' باردیواسؔ اس سلسلہ میں کہتا ہے کہ:

''امر تخلیق صرف خدا کی طرف سے انسان کی طرف نہیں آتا بلکہ خدا بھی انسان سے تخلیقی جدتوں

کا تقاضا کرتا ہے۔ وہ انسانی آزادی کے کارناموں کا منتظر رہتا ہے۔‘‘

(The Divine And The Human)

نسل و رنگ

اب تولید و تخلیق کے فرق کا اگلا مرحلہ دیکھئے:

جہاں تک انسان کی تمدنی زندگی کا تعلق ہے‘ تولید کی حیوانی سطح پر‘ افراد کا باہمی رشتہ خون اور نسل کے اشتراک کی بنا پر ہوتا ہے۔ ایک خاص نسل کے گھوڑے‘ خاص نسل کے بیل‘ خالص نسل کی بھیڑیں‘ الگ الگ نوع قرار پاتی ہیں۔ ان میں نسلی اشتراک کے سوا کوئی قدر مشترک نہیں ہوتی۔ جب انسان بھی حیوانی سطح پر زندگی بسر کرے تو وہ بھی خون اور نسل کے اشتراک سے مختلف قبیلوں اور قوموں میں بٹ جاتا ہے لیکن جب وہ مومن کی سطح پر آجائے تو پھر ان میں وجۂ جامعیت‘ خون اور نسل کا اشتراک نہیں رہتی۔ اقدار کا اشتراک وجۂ جامعیت یا معیار قومیت قرار پاتا ہے۔ اس کو دو قومی نظریہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو حیوانی سطح پر زندگی بسر کریں۔ ایک قوم کے افراد اور جو لوگ مومنانہ سطح پر زندگی بسر کریں۔ دوسری قوم کے اراکین۔ ماں باپ‘ زن و فرزند۔ اعزا و اقارب سے تعلقات۔ معاشرتی زندگی کا تقاضا ہے۔ لیکن اگر اس تقاضا اور اقدار خداوندی میں ٹکراؤ ہو تو یہ تعلقات‘ یا یوں کہئے کہ خون اور نسل کا اشتراک‘ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ مومن ان رشتوں کو بلا تامل توڑ کر‘ ان لوگوں سے الگ ہو جاتا ہے۔

اسی بنا پر قرآن کریم نے کہا ہے کہ: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ**. اے جماعت مومنین! اگر تمہارے ماں باپ یا بھائی بند‘ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو زیادہ پسند کرتے ہوں تو تم ان سے دوستداری کے تعلقات مت وابستہ رکھو۔ **وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (9:23)**۔ یاد رکھو! جو ایسا نہیں کرے گا‘ اور ان سے بدستور دوستانہ تعلقات وابستہ رکھے گا۔ تو اس کا شمار بھی ظالمین میں سے ہو گا۔ اسی بنا پر اقبالؒ نے کہا ہے کہ:

قومِ تو از رنگ و خوں بالاتر است
قیمت یک اسودش صد احمر است

گر نسب را جزو ملت کردۂ
رخنہ در کارِ اُخوت کردۂ

(بے خودی)

یعنی۔

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اُڑ گیا دُنیا سے تو مانند خاکِ رہ گذر

میں چونکہ اس موضوع پر سالہا سال سے مسلسل اور متواتر لکھتا چلا آ رہا ہوں۔ اس لئے اس مقام پر انہی اشارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان اشارات سے آپ نے اس حقیقت کو سمجھ لیا گیا ہو گا کہ اسلام میں قومیت کا مسئلہ

سیاسی یا تمدنی سوال نہیں۔ یہ کفر اور ایمان کا خطِ امتیاز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ حیوانی سطح پر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں یا انسانی سطح پر۔۔۔ حیوانی سطح زندگی کو کفر کہا جاتا ہے۔ اور اقدار خداوندی کے مطابق انسانی سطح زندگی کو ایمان۔ قرآن کے **عباد اللہ** اور اقبالؔ کے مردانِ مومن کا ایک امتیازی جوہر یہ بھی ہے کہ وہ خون اور نسل کے حیوانی رشتہ کے بجائے ایمان و اقدار کے انسانی (مومنانہ) رشتہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔

رحم اور قوت

اب ایک اور گوشے کی طرف آیئے۔ دنیا میں رحمؔ اور قوتؔ دو ایسے عناصر ہیں جن کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ یہ اکٹھے ہو ہی نہیں سکتے۔ عیسائیت نے خدا کو سرتا سر رحمؔ قرار دیا ہے اور قوت کے ہر قسم کے تصور کو شرؔ سے تعبیر کیا۔ خداؔ کے اس تصور نے جس قسم کا ضابطۂ اخلاق مرتب کیا۔ اس کے نتائج وعواقب کے متعلق عصرِ حاضر کا ایک عظیم مفکر 'وہائٹ ہیڈ' لکھتا ہے کہ:

> اس ضابطہ کو اگر موجودہ معاشرہ میں نافذ کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ فوری موت کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

(Adventures of Ideas)

اس تصور کے خلاف ردعمل کا انتہائی مظہر جرمن فلاسفر نیٹشے ہے۔ جس کے نزدیک 'زندگی کا راز' قوت اور بے پناہ قوت میں ہے۔ وہ اس خصوصیت کے سوا کسی قدرؔ کا قائل ہی نہیں۔ اس تصورِ حیات نے کیا نتائج پیدا کئے۔ اس کی زندہ شہادت وہ جہنم ہے جس میں اس وقت ساری دنیا مبتلائے عذاب ہے۔ قرآن نے کہا کہ یہ دونوں تصورات باطل اور غلط نگہی پر مبنی ہیں۔ خدا **ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ** (51:58)- یعنی بے انتہا محکم قوتوں کا مالک بھی ہے اور **اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ** (7:151)- بھی۔ یعنی سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔ وہ ظالم کی کلائی مروڑنے کے لئے صاحب قوت ہے اور مظلوم کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے انتہائی شفقت و رحمت کا مظہر۔ عبد مومنؔ خدا کی ان دونوں صفات کا حامل ہوتا ہے اور اقبالؔ نے ان صفات کے حسین و جمیل امتزاج کو مختلف اسالیب و انداز سے اس شرح و بسط سے بیان کیا ہے کہ اگر میں اس کی تفصیل میں جانا چاہوں تو اس کے لئے کئی نشستیں درکار ہوں گی۔ قرآن نے جماعت مومنین اور ان کے سربراہ حضور نبی اکرمؐ کے متعلق کہا ہے کہ: **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ**۔ خدا کے پیغامبر محمدؐ اور ان کے رفقاء کی کیفیت یہ ہے کہ: **اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ** (48:29)- وہ حق وصداقت کے مخالفین کے لئے چٹان کی طرح سخت ہیں اور باہدگر' حریر و اطلس کی طرح نرم۔ اقبالؔ ان متضاد خصوصیات اور ان کے امتزاج کو انتہائی وجد و کیف کے عالم میں بیان کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مومن کی کیفیت یہ ہے کہ:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ضربِ کلیم کی وہ تابندہ نظم جس کا مطلع ہے۔۔۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن۔۔۔اور جس کے چند اشعار میں اس سے پہلے پیش خدمت کر چکا ہوں۔اس کے آخر میں کہا ہے۔کہ مومن کی کیفیت یہ ہے:

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

بانگ درا کی مشہور نظم۔۔۔طلوع اسلام۔۔۔ میں وہ، مسلمان تک خدا کا یہ پیغام پہنچاتے ہیں کہ:

مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گذر جا بن کے سیل تند رَو کوہ و بیاں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

قیام وسجود

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ. اَشِدَّاء عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاء بَیْنَھُمْ. اس کے بعد قرآن کریم نے فدائیوں کی اس جماعت کی خصوصیت یہ بتائی کہ:**تَرَاھُمْ رُکَّعاً سُجَّداً (48:29)**- تو انہیں دیکھے گا کہ کبھی رکوع میں جھکے ہوئے۔کبھی سجدہ میں گرے ہوئے۔علامہ اقبال مومن کی صلوٰۃ سے کئی نادر معانی اخذ کرتے ہیں۔وہ کبھی کہتے ہیں کہ:

بسوزد مومن از سوزِ وجودش
کشودِ ہرچہ بستند از کشودش
جلالِ کبریائی در قیامش
جمالِ بندگی اندر سجودش

عبد مومن کے قیام وسجود کے جلال و جمال کے حسین منظر سے، میرے افق ذہنی پر، بلا ساختہ افغانستان کی ایک شاعرہ پری بدخشنی کی غزل کا ایک شعر نمودار ہو گیا۔اس نے کہا ہے اور دیکھئے کس ساحرانہ انداز سے کہا ہے کہ:

برخاستی! قیامتِ کبریٰ بلند شد
بنیش دمے!' کہ فتنۂ محشر نشتہ بہ

لیکن اقبال کسی اور ہی مقام سے بات کرتا ہے۔ارمغانِ حجاز کا ایک قطعہ آپ نے ابھی ابھی سن لیا۔اسی مضمون کا دوسرا قطعہ ہے کہ:

دو گیتی را صلا از قرأتِ اوست
مسلماں لایموت از رکعتِ اوست
نداند کشتۂ ایں عصرِ بے سوز
قیامت ہا کہ در قد قامتِ اوست

مومن کا قیام وسجود آئینہ دار ہے اس حقیقت کا کہ وہ ایک خدا کے حضور جھک کر دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے مردانہ وار کھڑا ہو جاتا ہے۔سجدہ، اگر بغیر قیام کے ہو تو وہ عیسائیت (بلکہ یوں کہئے کہ مسلکِ رہبانیت) کے 'خدا' کا خود ساختہ تصور ہے اور اگر قیام بلا سجدہ ہو تو وہ نیٹشے کے تصور

کا (Super-Man) ہے جو اندھی قوت کا قہرمانی مجسمہ ہوتا ہے۔ قرآن نے' قوت اور اقدار خداوندی کے امتزاج کو نہایت بصیرت افروز الفاظ میں بیان کیا ہے جب کہا ہے کہ: **لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ** ۔ہم نے اپنے رسولوں کو واضح ہدایت اور میزان عدل دے کر بھیجا تا کہ لوگ عدل و انصاف کے مطابق زندگی بسر کریں لیکن اس مقصد کے لئے نظری تعلیم یا پند و نصائح کافی نہیں تھے اس لئے **وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ** ۔ہم نے ان کے ساتھ شمشیر خار شگاف بھی نازل کی۔**فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ** (57:25)- اگر اسے خدا کے نازل کردہ ضابطہ ہدایت کے مطابق استعمال کیا جائے تو وہ نوع انسان کے لئے بڑی منفعت بخش ثابت ہوتی ہے۔ضابطۂ خداوندی اور اس کے ساتھ تلوار (یعنی مادی قوت)'۔۔۔ یہ ہے اسلام۔

تلوار کے متعلق اقبالؔ کہتا ہے:

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلماں کبھی تو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیر جگر دار
اس بیت کا یہ مصرع اول ہے کہ جس میں
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار

تنہا تلوار' بیتِ زندگی کا صرف ایک مصرع ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک اس کے ساتھ دوسرا مصرع نہ ہو' یہ شعر نہیں بن سکتا۔ وہ دوسرا مصرع اقدار خداوندی کا ضابطہ ہے۔ اقبال نے اپنی زندہ و پائندہ' تصنیف' جاوید نامہ میں تلوار اور قرآن کے باہمی تعلق کو ایسے عمیق لیکن درخشندہ انداز سے بیان کیا ہے کہ جوں جوں چشمِ بصیرت اس پر غور کرتی ہے' انسان وجد میں آ جاتا ہے۔ (مغلیہ خاندان کے) شاہ عالمؔ کے زمانہ میں' پنجاب کے گورنر' نواب خان بہادر خان کی صاحبزادی محترمہ شرف النسآ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ کمر سے تلوار باندھے رکھتی تھیں اور ہاتھ میں قرآن۔ اور انہوں نے اپنی والدہ کو وصیت کی تھی کہ اس کی وفات کے بعد یہ دونوں چیزیں اس کی قبر کے اوپر رکھ دی جائیں۔

اقبالؔ اپنے آسمانی سفر میں' جنت الفردوس میں اس شاہزادی والا تبار سے ملتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ اس کے اس شعار زندگی اور آخری وصیت کی حکمت کیا تھی۔ وہ جواب میں کہتی ہیں کہ میں تلوار اور قرآن کو اس لئے ساتھ رکھتی تھی کہ:

ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند
مومناں را تیغ با قرآں بس است
تربت مارا ہمیں ساماں بس است

تلوار سے مراد' عسکری قوت ہی نہیں بلکہ ہر قسم کا اقتدار ہے۔ جب دین بلا اقتدار کے ہو تو وہ مذہب کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جس کا منتہیٰ وعظ و نصیحت کی منت خوشامد سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا اور جب اقتدار' ضابطہ خداوندی سے الگ ہو جائے تو وہ ہر دور

میں فرعونیت کا مظہر بن جاتا ہے۔ضرب کلیم کی اس جلال آفریں نظم کو پڑھیے اور دیکھئے کہ حکیم الامت نے اس حقیقت کو کیسے واشگاف الفاظ میں بیان کیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ:

تاریخ امم کا یہ پیام ازلی ہے
صاحب نظراں نشۂ قوت ہے خطرناک
اس سیل سبک سیر و زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک
لادیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاق

واضح تر الفاظ میں کہ:

جلالِ پادشاہی ہو' کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مومن کی سیاست دین کے تابع رہتی ہے۔قرآن اس کی تلوار کا محافظ ہوتا ہے کہ وہ بے راہ رو نہ ہونے پائے اور تلوار قرآن کی محافظ کہ وہ مذہب بن کر نہ رہ جائے۔اس طرح مومن کی تلوار' اس کی قوت' اس کا اقتدار' اس کی سیاست' اس کی مملکت' دنیا میں مقاصد خداوندی کو بروئے کار لانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ جب مکہ کے مظلوموں نے اپنی امداد کے لئے خدا سے فریاد کی تو اس نے کس طرح مدینے کے صاحبِ اقتدار مسلمانوں سے کہا کہ تم ان مظلوموں کی فریاد کو سنتے نہیں! تم ان کی مدد کے لئے کیوں نہیں اٹھتے؟ اسی حقیقت کو اقبالؔ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

اللہ کو پامردئ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

مومن کو خدا کے قانون مکافات کی محکمیت پر بھروسہ ہوتا ہے اور خدا کو جماعت مومنین کی استقامت اور پامردی پر بھروسہ کہ جب یہ مشیتِ خداوندی کے بروئے کار لانے کے لئے اٹھتے ہیں تو اس کی (مشیت) بروئے کار آ کر رہتی ہے۔اس لئے کہ **اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ**۔یہ خدا کی پارٹی ہے۔**اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** (58:22)- اور سن رکھو کہ خدا کی پارٹی کامیاب ہو کر رہتی ہے۔صرف کامیاب ہی نہیں۔**فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْن** (5:56)- یہ سب پر غالب آ کر رہتے ہیں۔دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔کوئی قوم ان سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔آگے بڑھنا تو ایک طرف' کوئی قوم ان کے ہمدوش نہیں ہو سکتی۔ان کے برابر کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتی۔

مومنے بالائے ہر بالا ترے
غیرتِ او بر نتابد ہمسرے

اس لئے کہ ان کے خدا کا ارشاد ہے کہ: **وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْن** (3:139)- جب تم مومن ہو تو پھر تم سے بڑا کوئی نہیں ہو سکتا۔**وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلاً** (4:141)- یہ ہو نہیں سکتا کہ کفار کبھی مومنوں پر غالب آ جائیں۔جب صورت یہ ہے تو پھر واضح

ہے کہ دنیا میں (خدا کی طرف سے) حقِ حکومت صرف جماعت مومنین کو حاصل ہوگا۔ کسی اور کو نہیں۔

عالم ہے فقط مومن جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

مومن جس ماحول میں آنکھ کھولتا ہے' اپنے آپ کو اس ماحول کے مطابق نہیں ڈھال لیتا۔ وہ اس ماحول کو اپنے نظریات وتصورات کے مطابق ڈھلنے کے لئے مجبور کر دیتا ہے۔ اسی کا نام انقلاب ہے اور مومن دنیا میں سب سے بڑا انقلابی ہوتا ہے۔ مثنوی اسرار ورموز میں ہے۔

مردِ خود وارے کہ باشد پختہ کار
بامزاجِ او بسازد روزگار
گر نہ سازد با مزاج او جہاں
می شود جنگ آزما باآسماں
بر کند بنیاد موجودات را
می دہد ترکیب نو ذرات را
گردش ایام را برہم زند
چرغ نیلی فام را برہم زند
می کند از قوتِ خود آشکار
روزگار تو کہ باشد سازگار

اس قسم کا انقلاب' مردمومن کا ایمان ہی برپا کرسکتا ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ:

ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے
پُھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

(Martin Bubar) نے اس حقیقت کو جس خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے جی نہیں چاہتا کہ اس کیف میں آپ کو شریک کئے بغیر آگے بڑھا جائے وہ کہتا ہے کہ:

جب قوتِ تخلیق ہم پر اثر انداز ہوتی ہے تو وہ اپنے آپ کو جلا کر ہمارے اندر جذب ہو جاتی ہے اور اس آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے ہماری تخلیق نو کرتی ہے۔ ہم اس کے آتشیں جلال کے حضور میں پہلے کانپتے ہیں' گڑگڑاتے ہیں۔ سربسجود ہو جاتے ہیں [1] لیکن اس کے بعد ہم خود عملِ تخلیق میں شریک ہو جاتے ہیں اور خالق سے جا ملتے ہیں۔۔۔۔ اس کے معاون اور رفیق کی حیثیت سے۔

(I And Thou)

اس قسم کا جہانِ نو' مردِ مومن کی قوت بازو ہی سے وجود میں آ سکتا ہے۔ ایسا انقلاب کوئی اور پیدا نہیں کر سکتا جس میں کیفیت یہ ہو کہ: **يَوْمَ تُبَدَّلُ الأَرْضُ غَيْرَ الأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ (14:48)**- یہ زمین بدل جائے۔ یہ آسمان بدل جائے **وَبَرَزُواْ للهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار (14:48)**- اور ان میں ایک نئی دنیا اُبھرے جس میں صرف خدائے واحد کا

[1] بوبر چونکہ یہودی ہے اس لئے اس کا اشارہ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ طور کی طرف ہے۔

سکہ رواں ہو۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّھَا (39:69)۔ اور زمین اپنے نشوونما دینے والے کونور سے جگمگا اٹھے۔ یہ ہیں وہ مردانِ حُر جو ہیگل کے ''روحِ زمانہ'' اور مارکس کے ''تاریخی وجوب'' کے تابع مجبور ومقہور زندگی بسر کرنے کے بجائے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ باردیو کے الفاظ ہیں:

یہی وہ انسان ہے جو تاریخ اور کائنات کی زندگی میں جیتا ہے اور اس میں باعمل ومتحرک رہتا ہے لیکن تاریخ اور کائنات سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ انہیں اپنے ارادوں کے تابع ڈھال لیتا ہے۔ اس قسم کا انسان صرف اپنی ذات کی یا ان لوگوں کی ذمہ داری ہی نہیں لیتا جو اسکے گردو پیش ہوں' بلکہ تمام نوعِ انسان کے مقدرات کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتا ہے۔

(The Divine And Human)

قرآن کے الفاظ میں وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَسَطاً لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَاء عَلَی النَّاسِ (2:143)۔ اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک بین الاقوامی اُمت بنایا تا کہ تم تمام نوعِ انسان کے اعمال وکردار کی نگرانی کرو۔

یہ ہے مومن کا مقام اس دنیا میں اور چونکہ زندگی یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ آگے بھی چلتی ہے۔ اس لئے جہانِ فردا میں بھی امامت کا سزاوار یہی ہوگا۔ اسی لئے اقبال نے کہا ہے کہ:

فرنگ سے بہت آگے ہے منزلِ مومن
قدم اُٹھا یہ مقام انتہائے راہ نہیں

بانگِ درا میں ہے:

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

اور بالِ جبریل کی یہ رقصندہ وسرائندہ غزل

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

قرآن کریم کی رو سے تو' جنت بھی مومن کے سفرِ حیات کی آخری منزل نہیں۔ راستے میں ستانے کا مقام ہے۔ یعنی دم لے کر آگے چلنے کا مقام۔ کاروانِ حیات نے اس کے بعد بھی کئی مزید ارتقائی منازل طے کرنی ہیں۔ اسی لئے اہل جنت کے متعلق کہا گیا ہے کہ: نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ۔ ان کی (پیشانی کا) نور ان کے آگے اور دائیں بائیں راستے روشن کرتا جائے گا۔ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا (66:8)۔ اور ان کی پکار یہ ہوگی کہ اے

ہمارے نشو ونما دینے والے' ہمارے نور کی تکمیل کردے۔ اس نورانی سفر کی آخری منزل کون سی ہوگی' اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا گیا۔ اس لئے کہ ہمارے شعور کی موجودہ سطح پر یہ حقیقت ہمارے حیطۂ ادراک میں آ نہیں سکتی تھی۔ اس کی سمت کا اشارہ کرتے ہوئے اتنا کہا گیا کہ: **وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (53:42)**- اس سفر کا منتہیٰ تیرے رب کی طرف ہے۔ یاد رہے کہ اہل تصوف کا جو نظریہ ہے کہ انسانی ذات' ذات خداوندی کا ایک جزو ہے' اور زندگی کی تمام تگ و تاز کا ماحصل یہ ہے کہ یہ جزو اپنی اصل یعنی ذاتِ خداوندی میں جا کر جذب اور فنا ہو جائے' یہ تصور قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے اور دوسروں کے ہاں سے مستعار لیا ہوا۔ خود اقبالؔ بھی اس نظریے کے خلاف ہے۔ اس کی تلقین یہ ہے کہ:

چناں باذاتِ حق خلوت گزینی
ترا او بیند و او را تو بینی
بخود محکم گزار اندر حضورش
مشو ناپید اندر بحرِ نورش

(گلشنِ رازِ جدید)

یہ بہر حال ایک الگ موضوع ہے جس کی وضاحت کا یہ مقام نہیں۔ میں کہہ یہ رہا تھا کہ مومنؔ وہ ہے جو زندگی کی ارتقائی منازل طے کرتا آگے بڑھتا چلا جائے۔ اس کے مقامات کا ہم اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔

مقام بندۂ مومن کا ہے ورائے سپہر
زمیں سے تابہ ثریا تمام لات و منات
حریمِ ذات ہے اس کا نشیمنِ ابدی [1]
نہ تیرہ خاک لحد ہے نہ جلوہ گاہ صفات
خود آگہاں کہ ازیں خاکداں بروں جستند
طلسم مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

(ارمغان حجاز)

عزیزانِ من! جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا' قرآن کریم کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ اس میں مختلف پہلوؤں اور متنوع گوشوں سے' مردانِ مومن کی خصوصیات و کیفیات کا تذکرہ ہے' اور علامہ اقبالؔ کا پیغام بھی چونکہ حقائق قرآنی ہی کا ترجمان ہے اس لئے اس میں بھی مومنؔ کی صفات و تجلیات کو پہلو بدل بدل کر بیان کیا گیا ہے۔ اکثر مقامات پر وہ پھول کی بکھری ہوئی پتیوں کی طرح فرداً فرداً سامنے آتی ہیں اور کہیں انہیں گلدستہ کی طرح جامع حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ میں ایسے مقامات کی دو ایک مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ اقبالؔ کے مردِ مومنؔ کی ایک جھلک بیک نظر آپ کے سامنے آ جائے۔ وہ اپنی سب سے پہلی تصنیف' مثنوی اسرار و رموز میں سورہ اخلاص کی آیت' **ولم یکن له کفواً احد.** کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

---

[1] ذاتِ خداوندی میں فنا ہو کر نہیں' بلکہ اُسی حریم میں' اس سے الگ۔

رشتہ بالَمْ یَکُنْ بایدقوی
تا تو در اقوام‘ بے ہمتا شوی
آنکہ ذاتش واحد است ولا شریک
بندہ اش ہم در نسازد باشریک
مومن بالائے ہر بالا ترے
غیرتِ او بر نتابد ہمسرے
پیشِ باطل تیغ و پیشِ حق سپر
امر و نہی اذ عیارِ خیرد شر
عفو و عدل و بذل و احسانش عظیم
ہم بقہر اندر مزاج او کریم
ساز او در بزمہا خاطر نواز
سوز او در رزمہا آہن گداز
زیر گرداں می نیا ساید دلش
برفلک گیرد قرار آب و گلش

میں یہ اشعار پڑھ رہا ہوں اور میرے حافظہ میں ایک ایسے واقعہ کی یادتازہ ہورہی ہے جو ہےتو ذاتی لیکن جی نہیں چاہتا کہ میں اسے یہاں بیان کئے بغیر آگے بڑھ جاؤں۔ میری ابتدائی تعلیم وتربیت‘ میرے لائق صد احترام‘ دادا جان (مرحوم ومغفور) کے زیرسایہ عاطفت ہوئی تھی۔ انہوں نے حضرت علامہؒ کی یہ مثنوی مجھے خود پڑھائی تھی۔ اس وقت میری عمر چھوٹی سی تھی۔ انہوں نے جب اقبالؔ کے اشعاراور قرآن کی روشنی میں‘ مردِمومن کی صفات وخصائص بیان کیں تو مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی اور میں نے انتہائی استعجاب اور کچھ خوف کے سے‘ ملے جلے جذبات کے ساتھ ان سے کہا کہ بابا جان! مردمومن اگرایسا ہوتا ہے تو مجھے تو آج ساری دنیا میں کوئی مردِمومن نظرنہیں آتا۔ انہوں نے اپنے مخصوص محبت بھرے انداز سے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ آج مردمومن کہیں نظرنہیں آتا۔ لیکن غنیمت ہے کہ اگر ہمارے دور میں کوئی مومن نہیں تو دنیا میں آج کوئی کافر بھی موجودنہیں۔ اگرصورت یہ ہوتی کہ ابوجہلؔ تو ہوتا اورعمرؓ نہ ہوتا۔ تو پھر البتہ گھبرانے کی بات تھی۔ دنیا آج کفراور ایمان دونوں کی طرف سے بےاعتنا (Indifferent) ہوتی جارہی ہےاور جولوگ زندگی کے حقائق کی طرف سے (Indifferent) ہو جائیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ یہ تھا جوکچھ دادا جان (مرحوم) نے فرمایا۔ اس واقعہ کے کافی عرصہ بعد جب ضربؔ کلیم سامنے آئی تو اس کے شروع ہی میں یہ شعرنظرپڑا۔

نہ دیر میں نہ حرم میں خودی کی بیداری
کہ خاوراں میں ہے قوموں کی روح تریا کی

تو میری سمجھ میں آیا کہ داؔدا جان نے اتنا عرصہ پہلے کیا بات کہی تھی۔

یہ جملہ معترضہ تھا۔ میں کلام اقبالؔ سے مردِمومنؔ کی صفات وخصوصیات کی مثالیں پیش کر رہا تھا۔ ضربؔ کلیم میں وہ مردِبزرگ کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

اس کی نفرت بھی عمیق' اس کی محبت بھی عمیق
قہر بھی اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق
پرورش پاتا ہے تقلید کی تاریکی میں
ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق
انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمعِ محفل کی طرح' سب سے جدا' سب کا رفیق
مثلِ خورشید سحر فکر کی تابانی میں
بات میں سادہ و آزادہ' معانی میں دقیق
اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محرم نہیں پیرانِ طریق

میں ابھی ابھی عرض کر چکا ہوں کہ جب اقبال کے کلام سے مرد مومن کی خصوصیات میرے سامنے آئیں تو میں نے بصد تاسف کہا کہ دادا جان! مجھے اس بھری دنیا میں کوئی مومن نظر نہیں آتا۔ اب سوچئے کہ جب کلامِ اقبال کے سامنے آنے سے میری یہ کیفیت ہو گئی تھی تو اس باب میں خود اقبال کی کیفیت کیا ہوگی؟ اقبال ساری عمر مردِ مومن کی تلاش کرتا رہا۔ اور گلی گلی' کوچے کوچے' صحرا صحرا' دریا دریا' پکارتا گیا کہ:

در معرکہ بے سوزِ تو' ذوقے نتواں یافت
اے بندۂ مومن! تو کجائی؟ تو کجائی؟

اس کی ساری عمر اسی پکار میں گذر گئی لیکن زندگی بھر کی طلب وجستجو کے باوجود جب اسے مردِ مومن کی آواز کہیں سے سنائی نہ دی تو وہ ہار تھک کر بیٹھ گیا' اور انتہائی کرب والم کے ساتھ پکار اٹھا کہ

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش
مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش
تمدن' تصوف' شریعت' کلام
بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ اُمت روایات میں کھو گئی
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں' راکھ کا ڈھیر ہے

اور یہ اس لئے کہ

منزل و مقصودِ قرآں دیگر است
رسم و آئینِ مسلماں دیگر است

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ

دینِ حق از کافری رسوا تر است
زانکہ مُلّا مومنِ کافر گر است

لہٰذا مردانِ مومن کہاں سے آئیں؟

والسلام

خریدار حضرات توجہ فرمائیں

مجلّہ طلوعِ اسلام کی درج ذیل خوبصورت جلدیں 275 روپے فی جلد علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

70, 72, 75, 76, 77, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 94, 98, 2000, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق و عبر

آئینہ کیوں نہ دُوں کہ تماشا کہیں اسے

---''وکی لیکس''---

انجینئر عبیدالحمید فارُوقی

گذشتہ چند ہفتوں سے تماشائے عالم لگا ہے۔ ملک عزیز میں میڈیا کے تمام نجی چینلز پر ایک غیر معروف ویب سائٹ ''وِکی لیکس'' کے حوالے سے عالمی و مقامی رہنماؤں کے بارے حیران کن بلکہ پریشان کن انکشافات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔ جو لوگ اپنی مجبوریوں کے باعث صرف روایتی و مقامی ذرائع ابلاغ پر انحصار کرتے ہیں ان کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جو انفارمیشن ٹیکنالوجی (آئی ٹی) کی خاص الخاص اس نوع سے مستفید ہوتے رہتے ہیں جس پر اقوام عالم کی تازہ بہ تازہ اور نوع بہ نوع اطلاعات و معلومات ہمہ وقت دستیاب رہتی ہیں۔ آئی ٹی سے وابستہ احباب اس کی کنہ و حقیقت سے کماحقہ آگاہ ہیں یہی وجہ ہے اس قسم کا باخبر طبقہ مضطرب دکھائی نہیں دیتا البتہ بوجودہ ''بے خبر'' طبقہ جس کی تعداد' جیسا کہ میں نے عرض کیا' کہیں زیادہ ہے جسے ''جمہور'' کا عنوان دیا جاتا ہے' اس المناک صورت حال سے خاصہ پریشان نظر آتا ہے۔ ملکی اخبار و رسائل میں تجزیہ نگار کالم نویسوں کے تبصروں کا ایک طوفان امڈ آیا ہے ہر دانش ور اپنی اپنی نکتہ آفرینیوں سے عوام کو آگاہ کرنے میں مصروف ہے۔ گذشتہ چند روز سے ''عوامی'' قسم کے مبصروں کے علاوہ نو وارد سیاست کاروں نے ان انکشافات کو ''ڈرامہ'' اور ''مضحکہ خیز'' کہہ کر اپنا ہی راگ الاپنا شروع کر دیا ہے اور بے خبر انجام کے برعکس اپنے آپ کو آسودہ رکھنے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہیں۔ اگرچہ ارباب دانش کی طرف سے مبینہ انکشافات کی ہنوز تردید نہیں ہوسکی اور نہ ہی سیاست دانوں کی اکثریت نے اپنے منفی یا مثبت ردعمل کا اظہار کیا ہے بلکہ گیارہ دسمبر 2010ء کے دن وزیر داخلہ نے ''وکی لیکس'' پر کسی قسم کے تبصرے سے گریز کی پالیسی اپناتے ہوئے سوالات کرنے والوں کو خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ وکی لیکس کے ذریعے ہونے والے انکشافات سے جہاں مقامی ارباب سیاست میں سر پھٹول کا امکان

ہے وہاں عالمی لیڈروں کے تعلقات میں دراڑیں ڈالنے کی مساعی محسوس ہو رہی ہیں کہا جاتا ہے لاکھوں کی تعداد میں سے ابھی چند سو انکشافات سامنے آئے ہیں اللہ جانے یہ سلسلہ کہاں اختتام پذیر ہوگا بعض اہل بصیرت اس صورت حال کو ''مثبت'' نتائج کا حامل قرار دے رہے ہیں اور کئی دہائیوں سے جاری ''ظلمتِ شب'' کے بطن سے کیف بار طلوعِ سحر کا امکان ظاہر کر رہے ہیں۔ درج ذیل تجزیئے اور تبصرے ملاحظہ فرمائیں جو ملک کے معروف کالم نگاروں کے قلم سے ایک کثیر الاشاعت روزنامے کے صفحات کی زینت بنے ہیں۔

''کس باخبر پاکستانی کو خبر نہ تھی پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے سرخیل اپنے ہر بڑے قدم کے لئے واشنگٹن کی آشیر باد ضروری سمجھتے ہیں اور یہ کہ پاکستانی سیاستدانوں کی اکثریت اپنے گندے کپڑے امریکی سفارتخانے میں جا کر دھوتے رہتے ہیں؟''۔۔۔ ہم اخبار نویس تو دیہات کے اس غریب مولوی کی مانند ہیں جن کی اذان پر روزہ دار افطار بھی نہیں کرتا یوں ہم بکتے اور لکھتے رہے لیکن اسے مایوسی پھیلانے والے سیاسی اداکاروں کی بکواس باور کرا کر نظر انداز کیا جاتا رہا۔ وکی لیکس سے فرق یہ پڑا کہ اب کی بار اذان ہمارے حکمران طبقے کے نزدیک مستند ترین مولوی نے دی ہے۔ اب کے بار تبصرہ و تجزیہ اور اطلاع دینے والا کوئی اور ہے' اسلام آباد میں امریکہ کی سابق سفیر ہیں۔ یوں انہیں سیاسی اداکا کا طعنہ دیا جاسکتا ہے اور نہ سازشی کا خطاب مل سکتا ہے۔۔۔ وکی لیکس نے ثابت کر دیا کہ پاک امریکہ تعلقات منافقت اور دوغلے پن پر مبنی ہیں۔''

(جرگہ۔ بعنوان ''ڈرون حملے' وکی لیکس اور ہماری منافقت'' روزنامہ جنگ 4 دسمبر 2010ء' صفحہ 6)۔

ایک اور تجزیہ نگار' جو ایک سیاسی جماعت کے رہنما اور پارلیمنٹ کے رکن بھی ہیں فرماتے ہیں:

''ہمیں تو ان پر کوئی حیرت نہیں ہوئی کیونکہ بطور صحافی ہم سب تقریباً ان سے آشنا تھے۔ تاہم یہ انکشافات ہمیں پاک امریکہ تعلقات کے پس پردہ اس ڈریسنگ روم میں لے گئے جہاں آداب سفارت کاری کا پردہ چاک ہوتا ہے اور اصلیت فریب نظر سے کہیں زیادہ دلفریب روپ میں سامنے آتی ہیں۔''

(بعنوان ''حیراں تو فقط سادہ لوح ہوں گے''۔ روزنامہ جنگ 4 دسمبر 2010ء' صفحہ 6)

یہ صاحب آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

''تاہم وکی لیکس امریکہ کی تمام خارجہ پالیسی کے متعلق ہیں۔ افشائے راز کے اس سارے ڈرامے کے پیچھے وہ گمنام ہیرو جس نے اپنی زندگی داؤ پر لگا

دی ہے تا کہ دنیا زیادہ طور پر جان سکے' بہادری کے عظیم ترین انعام کا حق دار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وکی لیکس کے بانی جولین اسانج بھی قابل صد ستائش ہیں۔ کچھ چیزیں منظرنامے کو تبدیل کر دیتی ہیں وکی لیکس ان میں سے ایک ہے۔''

(ایضاً)

اور اپنے اس کالم کا اختتام ان لفظوں سے کرتے ہیں:

''پاکستان میں جہاں وکی لیکس ہمارے دل میں گدگدی پیدا کر رہے ہیں' وہاں بہت سے تلخ اور فوری توجہ کے حامل سوالات بھی پیدا کر رہے ہیں۔ ہمیں دوسروں کے سامنے اپنے احساسات کا اظہار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم دوسروں سے اپنے داخلی معاملات پر رائے کیوں لیتے ہیں؟ امریکی سفیر ہر پاکستانی لیڈر' بشمول آرمی چیف کا نفسیاتی مشیر کیوں ہوتا ہے؟ اگر ہم اپنے گھر کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ذہنی خود انحصاری بھی چاہئے۔ اگر ہم اپنے ساتھ مخلص ہو جائیں تو ہمیں دوسروں کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔''

(ایضاً)

ایک اور کالم نگار کا تجزیہ ملاحظہ ہو:

''ہماری زبانیں تو لمبی ہیں ہی مگر اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی اپنی زبان پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ انہی چٹر پٹر زبانوں کے بل پر ہی غیر ملکی ہمارے بارے میں رائے قائم کرتے ہیں۔ وکی لیکس نے اتنا ہی تو کیا ہے کہ جو کچھ امریکی سفارت خانے کے ذریعہ امریکہ پہنچا وہ اس نے دنیا بھر کو دکھا دیا۔ اب ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ امریکہ کی سازش ہے۔ بھلا یہ امریکہ کی سازش کیسے ہوسکتی ہے وہ تو خود ہی اس جال میں پھنس گیا ہے اور اسانج کی گرفتاری نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہ ساری کارستانی اس کی اپنی ہے۔۔۔ہمیں تو اپنے ملک کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ اول تو ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ ہمارے بارے میں جو انکشافات کئے گئے ہیں وہ انکشاف نہیں ہیں۔ ان میں بہت سی باتیں ہم بھی جانتے تھے بلکہ جانتے ہیں۔ البتہ اب ہمیں دستاویزی ثبوت مل گئے ہیں۔ تو کیا اس کے بعد ہم محتاط ہو جائیں گے؟''

(آئینہ۔ بعنوان ''وکی لیکس کا پرنالہ''۔ روزنامہ جنگ 10 دسمبر 2010ء صفحہ 6)

یہ تجزیہ ملاحظہ ہو:

''ان انکشافات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ امریکہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں کس حد تک ملوث ہے اور انتہائی دیدہ دلیری سے ان معاملات کو پاکستان کے تمام اہم سیاسی اور ملٹری لیڈروں

کے ساتھ زیر بحث لاتا ہے اور اپنی مرضی کی پالیسیاں بنوانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر قسم کی ''ڈرائینگ روم گپ'' وکی لیکس نے صحیح ثابت کر دی۔ وہ باتیں جو خاص و عام کی زبان پر رہی ہیں کافی حد تک صحیح ہوئی ہیں۔۔۔ ہر لیڈر کو جس کا منہ وکی لیکس نے کالا کیا ہے چاہئے کہ وہ اپنے طرز عمل پر غور کرے اور اسے درست کرنے کی کوشش کرے۔ وہ دکھڑے وہ اپنے تک رکھیں اور باہمی بات چیت میں ان کا حل تلاش کریں جو وہ امریکی سفیر اور دوسرے غیر ملکی سفارتکاروں کے سامنے بیان کرتے رہے ہیں اور اپنے آپ کو تماشہ بناتے رہیں ہیں۔''

(کڑوا سچ۔ بعنوان ''بس بھائی بس زیادہ بات نہیں''۔ روزنامہ جنگ 10 دسمبر 2010ء صفحہ 6)

ایک اور دانشور نے یوں تبصرہ کیا ہے:

''وکی لیکس کے انکشافات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے بیانات کس قدر گھٹیا نوعیت کے تھے۔ دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک کے امور چلانے کی ہر ذمہ داری جن لوگوں پر تھی وہ امریکی سفیر کے ساتھ معاملات میں کس قسم کا رویہ اپناتے تھے۔ وہ سمجھتے ہیں' کہ امریکی سفیر ایک وائسرائے کا درجہ رکھتا ہے لہٰذا اس کو سب کچھ بتا دینا ضروری ہے۔ عام طور پر لوگ اپنے قریبی اور عزیز لوگوں کے سامنے اپنے دل کا حال بیان کرتے ہیں' مگر امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن نہ تو ان کے اس قدر قریب تھیں اور نہ ہی عزیز' تاہم ان کے ساتھ گفتگو کا یہ غیر محتاط انداز' ہمارے حکام اور دوسرے لوگوں کی حد درجہ غیر ذمہ داری کا آئینہ دار ضرور ہے۔ وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنے اقتدار کے لئے راستہ ہموار کر سکتے ہیں یا وہ اگر پہلے ہی اقتدار میں ہوں اسے طول دے سکتے ہیں۔ ہم سب آصف علی زرداری کی خامیوں سے آگاہ ہیں اور پیٹرسن کے ان سے منسوب کردہ بیانات کے بارے میں' اظہار خیال ہمارے لئے حیران کن نہیں ہے جو کچھ بھی انہوں نے کہا اس میں زیادہ تر کے بارے میں ہمیں پہلے سے ہی علم تھا۔ تاہم اب وکی لیکس نے ان انکشافات کی تصدیق کر دی ہے۔''

(''وکی لیکس انکشافات۔۔ایک تجزیہ'' روزنامہ جنگ 13 دسمبر 2010ء صفحہ 6)

وکی لیکس کا ملکی اقتصادیات پر کیا اثر مرتب ہوگا ملاحظہ کیجئے:

''امریکی ادارے پاکستان سمیت دنیا بھر کے سربراہوں' سیاست دانوں اور دیگر اہم شخصیات کے ''ٹیلی فون'' یقیناً ٹیپ کرتے ہوں گے اور ان

ممالک کی اہم دستاویزات تک رسائی حاصل کرتے ہوں گے۔ یہ بھی کسی لمحۂ فکریہ سے کم نہیں ہے۔ اس سے پوری مسلم امہ کو سوچنا چاہئے کہ وہ امریکہ یا امریکی حکام پر اعتماد نہ کرے ورنہ مستقبل میں وکی لیکس کا سلسلہ مستقل طور پر آگے بڑھ سکتا ہے جہاں تک اس حالیہ رپورٹ کا تعلق ہے کہ اس سے پاکستان میں بیرونی سرمایہ کاری پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں یعنی ملٹی نیشنل ادارے اور مختلف ممالک پاکستان کے حکمرانوں اور سیاستدانوں سے ان معاملات کے حوالے سے پاکستان کو ''بداعتمادی والے ممالک'' کی صف میں لے جا سکتے ہیں۔ اس سے اگر ہمارے معاشی حالات خراب ہوتے ہیں تو اس سے پاکستان دشمن عناصر کو بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے جن میں بھارت اور اسرائیل قابل ذکر ہیں۔''

(معاشی حقائق۔ بعنوان ''وکی لیکس کے انکشافات کا امتیازی پہلو'' روزنامہ جنگ 3 دسمبر 2010ء صفحہ 6)

ایک فکاھیہ کالم نگار جولین اسانج سے کس انداز میں مخاطب ہے:

''یہ جو وکی لیکس میں تم نے پاکستان پر امریکی اثر و رسوخ اور حکومتی سطح پر دخل اندازی کا ذکر کیا ہے وہ ہمارے لئے نیا نہیں ہے۔ یہ کام برسوں سے اسی طرح ہوتا رہا ہے۔ ایک مقروض اپنے قرض خواہ کا مرہون منت رہتا ہے اور اگر نوبت امداد تک پہنچ جائے تو پھر امداد لینے والا امداد دینے والے کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتا۔ پاکستان کے ساتھ یہی کچھ ہو رہا ہے مگر مسٹر جولین نے وکی لیکس میں یہ نہیں بتایا کہ پاکستان کی معیشت کیسے برباد ہوئی۔ ایک زرعی ملک دو وقت کی روٹی کے لئے کاسہ گدائی اٹھانے پر کیسے مجبور ہوا۔ ان بنیادی انکشافات سے تم نے کنارہ کشی کی ہے یا پھر تم نے ان حقائق کی پردہ پوشی کی ہے مگر ہم ان حقائق کے بارے میں جانتے ہیں۔۔۔۔''

(سب جھوٹ۔۔۔ بعنوان ''کوئی نئی بات بتاؤ جولین'' روزنامہ جنگ 10 دسمبر 2010ء صفحہ 6)

وکی لیکس کے ذریعے صرف پاکستان اور اس کی سیاسی شخصیات کے متعلق رازوں سے پردہ نہیں اٹھایا گیا بلکہ دیگر کئی ممالک بھی شامل ہیں ملکی و بین الملکی اقتصادیات پر معلومات فراہم کرنے والے اس کالم نگار کی رائے پیش خدمت ہے:

''وکی لیکس نے صرف پاکستان ہی سے متعلق انکشافات نہیں کئے بلکہ امریکہ' برطانیہ' بھارت' ایران' افغانستان' سعودی عرب' فرانس' آسٹریلیا وغیرہ کے متعلق بھی رازوں کا انکشاف کیا اور اس

کی کلیتاً ذمہ داری یو۔ایس۔اے پر عائد ہوتی تھی۔ یہ درست ہے کہ بعض الزامات سو فیصد درست نہ ہوں مگر ان کی حقیقت سے انکار ممکن نہیں وقت گذرنے پر یہ ماضی کا حصہ بن جائیں گے مگر جو خلش افراد یا ملکوں کے درمیان پیدا کر دی ہے وہ کانٹے کی طرح کھٹکتی رہے گی۔''

(''وکی لیکس''، روزنامہ جنگ 14 دسمبر 2010ء، صفحہ 6)

ایک معروف کالم نگار نے ان انکشافات پر اپنی منطق کا یوں اظہار کیا:

''میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وکی لیکس میں پاکستان کے جس جس لیڈر کو ''بے نقاب'' کیا گیا ہے، وہ ہمارے ملک کا سچا ہمدرد ہے۔ ہمیں اس کا ساتھ دینا چاہئے اور جن کی پردہ داری کی گئی ہے، ان سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ سیاست دان اپنے معاملات کو خود دیکھ لیں گے۔''

(سویرے سویرے۔ بعنوان ''ایجنسیوں اور میڈیا کا مشترکہ کارنامہ''
روزنامہ جنگ 4 دسمبر 2010ء، صفحہ 6)

اگرچہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے آخر میں ضروری سمجھتا ہوں اس بڑے ملکی اخبار کے ''اداریے'' کا ایک اہم اقتباس مطالعہ کے لئے پیش خدمت کر دیا جائے:

''پاکستان کے بارے اڑتالیس سو کے قریب دستاویزات میں سے اب تک تقریباً تین سو منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔۔۔۔ ہمارے سیاستدانوں کو بھی اس سے یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ امریکہ سمیت باہر سے آنے والے معمولی افسران کو ان کے پروٹوکول کی حدود سے آگے نہیں بڑھنے دیا جانا چاہئے۔ غیر ملکی سفارت کاروں سے گفتگو میں بے تکلفی اور بے احتیاطی سے اجتناب برتنے کے علاوہ نجی و سرکاری غیر ملکی دورے کے دوران ان کی ٹیلی فون گفتگو کو ٹیپ کر کے جس طرح ایک کتاب میں شائع کیا گیا وہ ہمارے رہنماؤں کو خبردار کرنے کے لئے کافی ہونی چاہئے۔ مختصر یہ کہ ہمیں دوسروں کے بچھائے ہوئے دام میں آنے کی بجائے اپنے قومی مفادات کی کسوٹی پر ہر بات کا تجزیہ کرنا اور فیصلہ کرنا چاہئے۔''

(اداریہ۔ بعنوان ''وکی لیکس۔ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟''
روزنامہ جنگ 2 دسمبر 2010ء، صفحہ 6)

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تمام تجزیہ نگاروں کا کم از کم اس بات پر تو اتفاق ہے کہ یہ ''انکشافات'' نہ صرف حقائق پر مبنی ہیں بلکہ اس بارے انہیں پہلے سے علم تھا۔

وکی لیکس کے ذریعے ہونے والے انکشافات حقیقت ہیں یا فسانہ؟ جلد یا بدیر صورت حال واضح ہو جائے گی۔ ہمارے پیش نظر قرآن مجید کا یہ زریں اصول، جسے ہم مسلسل نظرانداز کرتے آ رہے ہیں، پیش نظر رہنا چاہئے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِن جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَیَّنُوا اَن تُصِیْبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ (49:6)-

اے اہل ایمان جب کوئی فاسق تمہارے پاس کسی قسم کی خبر لے آئے تو خوب چھان پھٹک کرلیا کرو ایسا نہ ہو کہ کوئی قوم جہالت (بے خبری) سے کسی ناگہانی آفت میں گرفتار ہو جائے بعد ازاں اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے۔

ماضی قریب میں ایک ویب سائٹ فیس بک (Face Book)' جس سے عوام قطعاً بے خبر تھے' پر خاکوں کے ذریعے پیغمبر آخر و اعظم ﷺ کی شان میں ناقابل برداشت اہانت کا ارتکاب ہوا۔ بین الاقوامی سطح پر شدید احتجاج ہوا مذکورہ سائٹ کے سوختہ بخت کارپردازان کا غالباً مقصد ہی یہ تھا کہ اس کے ذریعے ان کی ویب سائٹ کو شہرت مل سکے۔ جس میں وہ اپنے تئیں کامیاب رہے چند ڈالروں کے عوض خرید کی بجائے یہ ویب سائٹ اب لاکھوں ڈالر کمانے میں مصروف ہے۔ احتجاج کے ساتھ ساتھ اگر اہل بصیرت و دانش اس قسم کی ہرزہ سرائی کا تحقیقی و علمی محاکمہ کرتے تو صورت حال قطعاً مختلف ہوتی ہمارے یہاں یہ ویب سائٹ کچھ عرصہ اخفاء میں رہنے کے بعد پھر نمودار ہوگئی۔ البتہ یہ بات خوش آئند ہے کہ اب بعض ارباب دانش نے بدطینت لوگوں کی مساعی کا علمی سطح پر مقابلہ وتوڑ شروع کر دیا ہے جو ان شاء اللہ مؤثر و مؤثق رہے گا۔

اب کے بار ایک اور گم نام ویب سائٹ ''وکی لیکس'' کے ذریعے ماضی کی محترم و مقدس ہستیوں کو ہدف بنانے کے بجائے زمانہ حال کے معروف عالمی سیاست کاروں اور حکمرانوں کے ہونٹوں سے پھلنے والے (ان کے زعم میں محتاط و سربستہ مگر درحقیقت غیر محتاط و واشگاف) مقالات' حکایات اور شکایات کا ابلاغ عام ہوا ان میں کتنا سچ ہے یا جھوٹ ہے قطعاً راز نہ رہے گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ فیس بک کی طرح اس ویب سائٹ نے بھی چار وانگ عالم شہرت پا کر چند ہفتوں میں لاکھوں ڈالر کما لئے۔ کاروباری دنیا کس سرعت سے اس کے ساتھ وابستہ ہو رہی ہے۔ ماضی کی ''وکی لیکس'' اور موجودہ ''وکی لیکس'' میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جن مقتدر رہنمایانِ عالم یا مقتدایانِ پاکستان کے بارے غلط یا درست انکشافات ہوئے وہ اپنی مباحث اور آراء کے ذریعے صفائیاں پیش کرتے رہیں گے' میڈیا خصوصاً ملکی میڈیا کو اپنے اینکرز کے ذریعے بحث و تنقید جاری رکھنے کا موقع ملتا رہے گا' عوام اپنی من پسند جماعتوں کی پاکیزگی کا اظہار کرتے اور مخالف جماعتوں کے لئے غلاظت کا انبار لگاتے رہیں گے۔۔۔ ہر سو تماشہ لگا رہے گا گویا سانپ نکل گیا اور لکیر پیٹنے والی بات رہ جائے گی۔۔۔

حیرت ہے اوج ثریا اور تحت الثریٰ سے کسی گمشدہ چیز کو ڈھونڈ نکالنے والے عالمی باخبر گماشتوں کو جاری انکشافات کے سچ اور جھوٹ کا پتہ نہیں چل رہا۔

ایں چہ بوالعجبی ست!!

قارئین کے علم میں ہوگا کہ موجودہ بین الاقوامی سیاست سے قطع نظر ماضی میں بھی ایسے ہی عالمی سیاسی رسہ گیروں اور جاگیرداروں (مترفین) نے مظلوم اقوام کو کچلنے اور اسلامیان عالم کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اپنے حالات کی مناسبت سے اس قسم کی سازباز (Conspiracy) کا جال بچھایا تھا اور پینسٹھ لاکھ مربع میل پر پھیلی یکتا و یکسو اسلامی مملکت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جسے اقبال علیہ الرحمہ نے ''نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر'' کے لفظوں کی صورت اپنے ایک شعر میں سمویا جس کا مشاہدہ اس وقت نام نہاد اسلامی ریاستوں کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ مجال ہے ان ریاستوں کے ارباب اقتدار و سیاست اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی طرف توجہ دیں! دنیا کے ستر فیصد وسائل ہونے کے باوجود کیا ایسی ایک ''ویب سائٹ'' کا اہتمام بھی نہیں کروا سکتے جب تک ''علاجِ بالمثل'' نہیں ہوگا ہم محض ''شکوہ گذار'' اور ''عرض پرداز'' ہی رہیں گے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات!

ہوش میں آؤ خلاق عالم کا یہی حکم ہے۔

وَاَعِدُّواْ لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ (8:60)-

ان کے مقابلے کے لئے جس حد تک ممکن ہو سکے قوت (اور ناگزیر وسائل) تیار رکھو۔

ایسا نہ کرو گے تو پھر یہ بھی اسی احکم الحاکمین کا فیصلہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِاَنْفُسِهِمْ (13:11)-

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

وکی لیکس کے ذریعے انکشافات اگر درست ہیں جیسا کہ محولہ اقتباسات سے واضح ہے۔ یہ بات پاکستان کے ارباب سیاست کے لئے باعث خجالت ہے جن میں دکھایا گیا ہے کہ اپنے نام نہاد سرپرستوں کے سامنے یوں آہ و زاری کرتے ہیں جیسے ایک بچہ اپنے بھائی کی ابو سے شکایت کرتا ہے۔ ایک دور تھا جب مظلوم و مجبور طبقات اسلامی ریاست کے امینوں سے مستبد و ظالم حکمرانوں کی شکایت کرتے تھے اب اپنے ماضی سے اس قدر بے خبر ہو چکے ہیں۔۔۔ ملک عزیز میں ارباب سیاست وحکومت اپنی زبانِ حال وقال سے غیرملکی آقاؤں کے سامنے درخواست گذار ہو کر اپنے مخالف کو کچلنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ ان انکشافات نے ان کے وجود نامسعود کے انگ انگ کو برہنہ کر دیا ہے۔ قرآن کریم نے اگرچہ سورۃ التکویر میں واذا

الصحف نشرت کے الفاظ سے مستقبل قریب و بعید کے صحافتی وابلاغیاتی انداز کو نکھار کر رکھ دیا تھا مگر جاری صورت حال سے واضح ہے کہ صحافتی دنیا سچ اور کبھی کبھی ''جھوٹ'' کی تشہیر میں کس قدر سنگ دل واقع ہوئی ہے کہ بعض مخصوص حالات کے تناظر میں جس خبر کی اشاعت کو روکنا ضروری ہے اسے بھی بتکرار نشر کرنے پر مصر ہے اسی لئے قرآن نے وضاحت کے ساتھ سورہ آل عمران میں اہل ایمان بالخصوص مسلم راہنماؤں کو زور دے کر کہا:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لاَ يَأْلُونَكُمْ خَبَالاً وَدُّواْ مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاء مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ اِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ (3:118)-

اے اہل ایمان! سوائے اپنوں کے (اہم معاملات میں اپنے رازدار نہ بناؤ (کیا نہیں دیکھتے) وہ تمہاری بربادی میں (کسی طور) کمی نہیں چاہتے ہمہ قسم کی تکلیف (اور دکھ) تم سے وابستہ دیکھنا چاہتے ہیں ان کے مونہوں (زبانوں) سے بغض کا اظہار (تو) ہو چکا ہے' ان کے دلوں میں جو چھپا ہے وہ کہیں زیادہ ہے بلاشبہ ہم نے تمہارے لئے کھول کھول کر آیات (حقائق) بیان کر دی ہیں اگر تم عقل کے ناخن لو۔

هَا اَنتُمْ اُوْلاء تُحِبُّونَهُمْ وَلاَ يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَاِذَا لَقُوكُمْ قَالُواْ آمَنَّا وَاِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ عَلَيْكُمُ الاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (3:119)-

سنو! یہ محض تمہی ہو جو ان سے محبت کا دم بھرتے ہو جب کہ وہ تم سے (قطعاً) محبت نہیں کرتے حالانکہ تم کتاب کو 'کُلّہٗ' مانتے ہو جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مانتے ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غیظ (وغضب) سے (اپنی) انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں (ان سے) کہہ دو (جاؤ) غصے میں مرتے رہو۔۔۔ اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

اِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُواْ بِهَا وَاِن تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ لاَ يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً اِنَّ اللّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (3:120)-

اگر تمہیں (کہیں سے) کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو (یہ بات) ناگوار لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی (دکھ) پہنچے وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں تم اگر صبر کرو اور تقویٰ (اختیار) کرو تو ان کی کوئی تدبیر (سازش) تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی جو وہ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ان آیات میں اللہ خلاق العالم اور علیم وخبیر نے جو کچھ فرمایا موجودہ حالات کے تناظر میں اگر غور کریں کیا حرف بہ حرف اور لفظ بلفظ درست نہیں ''وکی لیکس'' کے ذریعے جو انکشافات ہوئے کیا ان سے واضح نہیں ہو جاتا کہ ہم نے اپنے ہی رازوں سے غیروں کو اعتماد میں لینے کی بھونڈی اور نفرت انگیز کاوشیں کی ہیں صرف اپنے زعم میں یہ جانتے ہوئے کہ وہ بھی ہم سے اسی طرح محبت واحترام کا ناطہ استوار رکھتے ہیں جتنا ہم ان سے رکھتے ہیں یہی خیال سراسر جھوٹ پر مبنی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب یہ نام نہاد دوست اپنے حلقہ احباب میں ہوتے ہیں تو ہمارے خلاف اپنی نفرتوں اور غصے کا اظہار کرتے ہیں۔ کاش ہم نے تقویٰ یعنی اپنے آپ کو اس عمل سے روکے رکھا ہوتا اور یوں دشمن بظاہر سجن کی سازباز کا شکار نہ ہو پاتے اور جگ ہنسائی بھی نہ ہوتی۔

یہ کس کافر ادا کا غمزہ خوں ریز ہے ساقی !!

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو DVD پر دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

قیمت 20 کراؤن فی سی۔ڈی علاوہ ڈاک خرچ میں طلب کیجئے۔

سی ڈی اور کتب کی خریداری

☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com

☆ اندرون ملک، فون: 5753666 42 92+ ای میل: trust@toluislam.com

سیلاب زدگان کی بحالی و امداد

ادارہ باغبان ایسوسی ایشن کے تمام عہدیداران، تاحیات ممبران، عام ممبران، متفقین، ہمدرد اور باغبان ایسوسی ایشن کو بنظرِ تحسین دیکھنے والے تمام خواتین وحضرات سے پُرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ سیلاب زدگان کی بحالی و امداد کا سلسلہ بدستور جاری رکھیں۔ اگر مناسب خیال کریں تو تفصیل سے آگاہ بھی کر دیں۔

حکومت نئے شہر بسانے کی سوچ رہی ہے اس سلسلہ میں خاص کر حکومت پنجاب سے استدعا ہے کہ سال 2006ء بندوبست اراضی کا سال تھا، جس میں بندوبست اراضی نہیں کیا جا سکا۔ اب بندوبست اراضی کے ساتھ بحالی و آبادکاری ایک ساتھ شروع کی جائے تاکہ بے زمین، بے مکان تمام لوگ ان اصلاحات سے فائدہ اٹھا سکیں۔

پتہ رابطہ:

ملک حنیف وجدانی، صدر باغبان ایسوسی ایشن، سنبل سیداں، نیومری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قانون کی اہمیت

خواجہ ازہر عباس، فاضل درس نظامی

اللہ تعالیٰ اور انسانیت کے درمیان رابطہ کا واحد ذریعہ نبوت تھی۔ چونکہ نبوت ختم ہوگئی اور اب آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا' اس لئے اب اللہ تعالیٰ اور انسانیت کے رابطہ کا واحد ذریعہ قرآن کریم اور اس کا نظام ہی ہوسکتا ہے' اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھنے کے بعد قرآن کریم اور اسلامی نظام کی اہمیت نکھر کے سامنے آ جاتی ہے۔ لیکن ہم مسلمانوں میں حد درجہ کوشش کی گئی ہے کہ وحی خفی' الہام' القاء' وجدان' کشف' رویاء جیسے نظریات اختراع کر کے' قرآن کریم کی اہمیت کو کم کر دیا جائے اور اسی طرح دین کی جگہ مذہب کو لا کر' اسلامی نظام کے تصور کو ختم کر دیا جائے۔ صدر اول کے بعد سے آج تک ہم مسلمان انہیں عقائد کو لئے چلے آ رہے ہیں۔ غیر اسلامی نظام میں قوت کا سرچشمہ عوام ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک پاکستان میں نہایت ذمہ دار حضرات اس فقرہ کو بار بار دہراتے رہتے ہیں' عوام قوت کا سرچشمہ ہیں لیکن یہ نظریہ قرآن کریم کے خلاف ہے۔ قرآن کریم کی رو سے قوت کا سرچشمہ قانون (قرآن) ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک کوئی فرد یا افراد کا مجموعہ (عوام) قوت کا سرچشمہ نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں بلندترین مقام جناب رسول اکرم ﷺ کا ہے۔ ان سے بلندتر مقام کسی اور شخص کو نہیں مل سکتا۔ ان کے متعلق ارشاد ہے۔ **مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَن يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُواْ عِبَاداً لِّي مِن دُونِ اللّٰهِ وَلَـكِن كُونُواْ رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ (3:79)**- کسی بشر کا یہ کام نہیں کہ خدا تو اس کو کتاب' حکومت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ تم اللہ والے بنو کیونکہ تم تو (ہمیشہ) کتاب خدا دوسروں کو پڑھاتے رہتے ہو' اور تم خود بھی ہمیشہ پڑھتے رہتے ہو۔ آیۂ کریمہ نے واضح کر دیا کہ خود رسول اللہ ﷺ خدا کا حکم چھوڑ کر اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں فرماتے تھے۔ خود حضور ﷺ کو حکم ہوا: **فاحکم بینھم بما انزل اللہ**۔ ما انزل اللہ کے مطابق فیصلے کرو۔ پھر حضور ﷺ نے خود فرمایا: **مَا يَكُونُ لِيَ اَنْ اُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِيَ اِنْ اَتَّبِعُ اِلاَّ مَا يُوحَى اِلَيَّ (10:15)**- یہ بات

میرے اختیار سے باہر ہے کہ میں اس ضابطہ قانون میں اپنی طرف سے کچھ ردوبدل کردوں۔ میں تو اسی قانون کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ میرا فریضہ اس کا اتباع کرنا ہے نہ کہ اس میں کوئی ردوبدل کرنا۔ **اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ (10:15)**۔ اگر میں بھی اس کے کسی قانون کی خلاف ورزی کروں تو مجھے سزا ملے گی۔ ان' اور ان جیسی بے شمار آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی حکومت کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترین شخصیت بھی قانون کی پابند ہوتی ہے اور وہ قانون کی گرفت سے باہر نہیں ہوسکتی۔ اسلامی حکومت میں قانون سے استثناء کا حق کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ کسی بھی شخصیت کو قانون سے استثنیٰ کا حق دینا قرآن کے خلاف ہے۔

ہمارے ہاں شفاعت کا مسئلہ مسلمہ عقائد میں شمار کیا جاتا ہے اس کے انکار کو توہین رسالت قرار دیا جاتا ہے' اسی رمضان میں ایک چینل پر یہ شعر بار بار نشر کیا جارہا تھا۔

کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی
میرے آقا نے عزت بچا لی
فردِ عصیاں میری مجھ سے لے کر
کالی کمبلی میں اپنی چھپا لی

سعدی نے فرمایا:

شُنیدم کہ در روزِ اُمید و بیم
بدان را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

شفاعت کا عقیدہ مذہب میں تو چل سکتا ہے کہ اس میں جرم اور گناہ الگ الگ کر دیئے جاتے ہیں اور گناہوں کی شفاعت ہوجائے گی۔ چونکہ صدر اول کے بعد سے دین کسی جگہ بھی قائم نہیں ہوا اس لئے یہ خلاف قرآن عقائد اختراع کئے گئے ہیں اور وہ اسی طرح چلتے چلے آرہے ہیں۔ دین میں جرم اور گناہ ایک ہوتا ہے۔ ہر گناہ جرم ہوتا ہے اور ہر جرم گناہ ہوتا ہے۔ جس قوم میں یہ نظریہ ہو کہ آپ جتنے بھی جرائم کرلیں' اور کرتے چلے جائیں' ان کی شفاعت ہوجائے گی' اس معاشرہ کے نظم ونسق کا کیا حال ہوگا؟ ظاہر ہے وہ ہی ہوگا جو آج ہمارا ہے جس قوم کے یہ عقائد ہوں اور وہ ان عقائد میں تیرہ سو سال سے غرق چلی آرہی ہو' اس میں قانون کا احترام اور اس کی پابندی کا جذبہ کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔

اسی طرح آپ اتباع سنت کے مسئلہ کو لیں' مذہب میں چونکہ حضورﷺ کے ذاتی اور پرائیویٹ اعمال کو بھی سنت شمار کیا جاتا ہے' اس لئے اس کا اتباع اپنی پرائیویٹ زندگی میں کرلیا جاتا ہے' ایک مخصوص طرح کا لباس زیب بدن کرنا' ڈاڑھی کو خاص وضع کی تراش وخراش' مسواک' اونچے پاجامے' لمبی لمبی قمیض' بیٹھ کر پانی پینا' کھانے کے بعد اور رات دن مختلف اوقات میں مختلف دعائیں کر کے اتباع سنت کرلیا جاتا ہے' لیکن جہاں تک حکومت کا تعلق ہے' ہمارے ہاں برابر امریکہ اور لندن کے

حوالے دیئے جاتے ہیں' یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ انگلینڈ جمہوریت کی ماں ہے اس لئے جمہوریت سے متعلق اس کے نظائر Precedents اہمیت رکھتے ہیں۔ جب سابقہ صدر صاحب کی Impeachment کا مسئلہ آیا تو یہاں تو کسی کو یہ سزا نہیں دی گئی تھی اور نہ عوام کو اس اصطلاح کا علم تھا تو برابر برطانیہ کا حوالہ دیا جاتا تھا کہ وہاں چارلس کو Impeach کرنا چاہا تھا۔ ہندوستان کی سپریم کورٹ کے نظائر بھی ہماری عدالتوں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اس طرح اتباع سنت صرف ذاتی' پرائیویٹ زندگی میں پیشوائیت تک محدود ہو جاتا ہے لیکن اگر آپ دین قائم کریں گے' تو اس میں سارے قوانین قرآن کے جاری ہوں گے اور جو فیصلے حضورﷺ نے اور خلفاء راشدین نے حکومت چلانے کے لئے فرمائے تھے ان کا اتباع سنت نبوی کا اتباع ہوگا اور وہ فیصلے جو یہ نظام قرآن کریم کے احکام کو نافذ کرنے کے بارے میں باہمی مشاورت سے کرے گا' اس بارے میں وہ ان فیصلوں کو بھی سامنے رکھے گا جو اس سے پیشتر حضورﷺ نے فرمائے یا جو خلافتِ راشدہ میں طے پائے تھے' اور یہی اتباع سنت ہوگا۔ اگر اسلامی نظام قائم ہی نہیں ہے' جیسا کہ آج کل نہیں ہے' تو اتباع سنت نہیں ہو سکتا۔ حدیث و سنت کا اتباع صرف اسلامی نظام کی موجودگی میں ہوسکتا ہے اور بس۔

آج کل چونکہ ایک دوسرے کو منکرین حدیث کہنے کا فیشن بہت عام ہو گیا ہے اس لئے اس نکتہ کی مزید وضاحت پیش کی جاتی ہے' حضورﷺ کے ذاتی افعال و اعمال سنت میں شامل نہیں تھے۔ اگر حضورﷺ کسی روز چاول تناول فرماتے تھے' تو مدینہ میں تمام صحابہؓ اس روز چاول نہیں کھاتے تھے' کیونکہ یہ حضورﷺ کا ذاتی فعل تھا۔ اگر حضورﷺ اپنے نواسوں کو کندھے پر بٹھا کر بازار میں گھومتے تھے' تو ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم اپنے نواسوں کو کندھوں پر بٹھا کر بازار میں جائیں۔ اس بات کا کا بھلا دین سے کیا علاقہ؟ سنت حضورﷺ کے صرف وہ افعال تھے جو حضورﷺ نے دین کے قیام کی کوشش یا دین کو جاری رکھنے کے سلسلہ میں سرانجام دیئے۔ حضورﷺ کے ذاتی اعمال سنت میں شامل نہیں ہیں۔ آج بھی جو لوگ دین کے قیام کی کوشش کریں گے وہ سنت نبوی کا اتباع کریں گے اور جو لوگ دین کے قیام کی کوشش نہیں کرتے وہ نہ سنت کا اتباع کرتے ہیں اور نہ حدیث کا۔ اور وہی لوگ منکرین سنت کے زمرہ میں شامل ہوتے ہیں۔

جہاں تک قانون کی اور جرائم کے انسداد کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض ہے کہ سیکولر سٹیٹ میں جرائم کا انحصار اس سٹیٹ کے نظام اور معاشرہ کے عام حالات پر ہوتا ہے۔ اگر کسی ملک کے معاشی حالات درست ہیں' اور تفتیشی نظام بھی اچھا ہے اور قانون کا اطلاق ہر شخص پر یکساں ہو رہا ہے' تو اس ملک میں جرائم کم ہوں گے' لیکن

وہاں بھی اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس ملک کا بااثر طبقہ جرائم کا ارتکاب کرنے کے باوجود قانون کی گرفت سے بچ جائے۔ لیکن اگر ایک سیکولر حکومت میں نظام بھی اچھا نہ ہو، تو وہاں جرائم کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں پاکستان میں ہو رہا ہے۔ لیکن اس معاملہ میں دین کی بالکل منفرد اور ممتاز حیثیت ہے، دین میں جرم اور گناہ ایک ہی چیز ہے۔ نظام دین کا ہر باشندہ اس بات کا قائل ہوتا ہے کہ اس کے جرم کے اثرات اس کے نفس پر اسی طرح مرتب ہوتے ہیں جس طرح گناہ کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ **وَمَن يَكْسِبْ إِثْماً فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ (4:111)**- اس لئے دینی معاشرہ میں جو لوگ گناہ نہیں کرتے وہ جرم بھی نہیں کرتے۔ اس کو آپ ایک عام مثال سے سمجھیں۔ جو آپ رات دن اپنے اردگرد ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں، اگر ایک شخص سخت گرمی کے موسم میں روزہ سے ہے، وہ گھر میں بالکل تنہا ہے اور اس کو کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ اس کے پاس فرج میں ٹھنڈا پانی دستیاب ہے لیکن پیاس کی شدت کے باوجود روزہ نہیں توڑے گا، لیکن یہی شخص جب اپنے مکان سے باہر نکل کر، کار چلائے گا تو یہ ٹریفک سگنل کی پروا نہیں کرے گا اور وہ حکومت کی خلاف ورزی کرتا رہے گا۔ وہ زکوٰۃ تو ضرور ادا کرے گا لیکن ٹیکس چوری کرے گا، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سیکولر حکومت میں جرم کرنے سے اسکو کوئی گناہ نہیں ہوگا، جبکہ روزہ توڑنے سے اسے گناہ ہوتا ہے۔ دین میں چونکہ حکومت کی خلاف ورزی بھی ایسا ہی گناہ ہے جیسا روزہ توڑنا گناہ ہے، اس لئے دین میں جرائم کی روک تھام ازخود ہو جاتی ہے۔

آپ کسی سخت بھوکے شخص کے سامنے نہایت لذیذ کھانا رکھ دیں تا کہ وہ اس کو کھا کر اپنی بھوک دور کر دے، لیکن جب وہ اس کھانے کو کھانے لگے تو آپ اس کو یہ کہہ دیں کہ اس میں زہر ہے تو وہ شخص اس کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگائے گا کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ یہ کھانا اس کو مار دے گا، اسی طرح اگر کسی شخص کو معلوم ہو جائے کہ گورنمنٹ کا ٹیکس چرانے سے جو رقم بچے گی اس کا استعمال اس کے نفس پر نہایت برا اثر مرتب کرے گا۔ جب وہ نفس پر اثرات کے نتیجہ سے بخوبی واقف ہے تو وہ گورنمنٹ کا وہ ٹیکس کبھی چوری نہیں کرے گا، اس طرح ٹیکس بچانے کا جرم ازخود ختم ہو جاتا ہے۔ دینی معاشرہ میں جرائم اس وجہ سے نہیں ہوتے چونکہ اس میں جرم اور گناہ ایک ہی چیز ہوتے ہیں۔ ہر گناہ جرم جیسا ہے اور ہر جرم گناہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی رو سے جرائم کے انسداد کے لئے اور تدابیر بھی ہوتی ہیں۔

(1) قصاص۔ ہمارے ہاں غلطی سے قصاص کے معنے جرم کی سزا دینا خیال کیا جاتا ہے، لیکن یہ درست نہیں ہے، قرآن کی رو سے قصاص کے معنے مجرم کا اس طرح پیچھا کرنا ہے کہ وہ سزا سے بچ نہ سکے۔ یعنی دین میں کوئی مجرم ایسا نہیں ہوتا جس کو Trace نہ کر لیا گیا ہو۔ اس قسم کے نظام

تفتیش کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ (2:179)-

(2) عدل یعنی سزا دیتے وقت مجرم کا مقام اور اس کی پوزیشن عدل کے تقاضے پورا کرنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ جس نے جرم کیا اسے ہی سزا ملے۔ یہ نہ ہو کہ مجرم کی اعلیٰ پوزیشن کی وجہ سے اس کے بجائے' اس کے بدلہ میں کسی اور کو سزا دے دی جائے۔ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ (2:178)- آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام۔ آپ غور فرمائیں کہ جس معاشرہ میں کوئی شخص بھی سزا سے نہ بچ سکے۔ اور سزا صرف اسی شخص کو دی جائے جس نے اس کا ارتکاب کیا ہے' تو وہاں جرائم کس طرح کم ہوتے جائیں گے۔ اسی لئے قرآن کریم نے قصاص کو زندگی محفوظ کرنے سے تعبیر کیا ہے۔

(3) قرآنِ کریم جسمانی سزائیں Corporal Punishments تجویز کرتا ہے وہ یہ نہیں چاہتا کہ مجرم کو تو جیل بھیج دیں جہاں وہ آرام سے رہے اور اسکے بیوی بچے بھوکے مر جائیں یعنی جرم وہ شخص کرتا ہے' اور سزا اس کی بیوی اور بچوں کو بھگتنا پڑتی ہے۔

آپ جسمانی سزاؤں کو اپنے موجودہ مقامی حالات کے تناظر میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہمارے ملک میں جو جرائم اور خصوصاً مالی لوٹ مار اس طرح ناسور کی طرح پھیل رہی ہے اسکی واحد وجہ سزاؤں کا فقدان ہے۔ ہمارے عمائدین' سربرآوردہ لیڈر اور سیاسی راہنما' قتل' ڈاکہ' زنا' لوٹ مار جیسے بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کو کچھ عرصہ کے لئے قید میں ڈال دیا جاتا ہے' جہاں انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ اخبارات' ٹی وی' A.C. سب کچھ تو انہیں مہیا ہوتا ہے۔ وہ اپنے گھر سے زیادہ آرام سے وہاں رہتے ہیں۔ کھانے ان کی مرضی کے مطابق ان کو دیئے جاتے ہیں۔ اور چونکہ وہ بااثر ہوتے ہیں' اس لئے کچھ ہی عرصہ بعد رہا ہو کر' ملک سے باہر چلے جاتے ہیں تاکہ حکومت کی گرفت سے باہر نکل جائیں' اور اس آزادی کے بعد وہ پھر اسی طرح کے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں' اس کا واحد حل یہ ہے کہ ان کو جسمانی سزائیں دیں' ایک یا زیادہ سے زیادہ دو مرتبہ کی جسمانی سزا کے بعد ان میں سے کوئی شخص جان بوجھ کر کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ اور ہمارا معاشرہ لیڈروں' اور سیاستدانوں کے جرائم سے پاک ہو جائے گا۔

واخردعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نظریۂ خیر

ادارہ طلوع اسلام کے چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق صاحب کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ بعنوان ''نظریۂ خیر' فلسفۂ اخلاق اور قرآن کی روشنی میں'' شائع ہو گیا ہے۔ یہ فکر انگیز تصنیف ادارہ طلوع اسلام 25 بی' گلبرگ 2' لاہور سے دستیاب ہے۔ 534 صفحات کی اس کتاب کی قیمت -/300 روپے ہے۔ 50 فی صد کی خصوصی رعایت کے بعد صرف -/150 روپے میں علاوہ ڈاک خرچ ادارہ طلوع اسلام سے دستیاب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنگلہ دیش کی کہانی دوصحافیوں کی زبانی

(’بنگلہ دیش اور ہم‘ کے عنوان سے 14 اکتوبر 2010ء کو جناب حمید اختر صاحب کا کالم اور (’ہم نے چالیس سال میں کچھ نہیں سیکھا‘ کے عنوان سے 17 دسمبر 2010ء کو جناب جاوید چودھری صاحب کا کالم روزنامہ ایکسپریس لاہور شائع ہوئے جنھیں بلاتبصرہ قارئین کی نذر کیا جارہا ہے)۔

بنگلہ دیش اور ہم

حمید اختر

پاکستان کے سیاسی حلقوں‘ ذرائع ابلاغ حتیٰ کہ نجی محفلوں میں بھی ان دنوں سابق مشرقی پاکستان اور حال بنگلہ دیش کی ترقی پر عام طور سے حیرت اور تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے۔ بنگلہ دیش کی قومی آمدنی‘ برآمدات میں اضافے اور اس کے روپے (ٹکہ) کی قدر میں بڑھوتی پر پاکستان ہی نہیں عالمی ذرائع ابلاغ کی دلچسپی بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے مثلاً امریکی ہفتہ وار مجلّے ’’نیوز ویک‘‘ کا بنگلہ دیش کی وزیراعظم حسینہ واجد سے ایک حالیہ انٹرویو کے دوران پہلا سوال ہی یہ تھا کہ ایک بین الاقوامی ادارے کے سروے کے مطابق ان کا ملک دنیا کی بڑی گیارہ ابھرتی ہوئی منڈیوں میں شامل ہوگیا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جب ہم پاکستان سے بنگلہ دیش کا موازنہ کرتے ہیں تو یہ تکلیف دہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ جس عرصے میں بنگلہ دیش نے اپنی معیشت کو مضبوط کرکے ترقی کی منازل طے کی ہیں‘ اسی زمانے میں پاکستان تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہونے کے عمل سے گزرا۔ برآمدات میں کمی ہوئی‘ افراط زر بڑھا‘ بے روزگاری میں اضافہ ہوا‘ روپے کی قدر میں کمی آئی۔ یہ بات سوچنے اور غور کرنے کی ہے کہ ہم آزادی کے 63 برس بعد قومی ترقی اور خوش حالی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکے تو بنگلہ دیش چالیس برس سے بھی کم عرصے میں کیسے سنبھل گیا؟ جو لوگ پاکستان کی بدحالی کو صرف کرپشن کا نتیجہ قرار دیتے ہیں انہیں یہ بھی جان لینا چاہئے کہ کرپشن بنگلہ دیش میں بھی موجود ہے اور ہندوستان میں بھی جس کے مظاہر روزانہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ کچھ لوگ پاکستان کے زوال کو فوجی آمروں کے ملک کے اقتدار پر قابض ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بات یقیناً درست ہے مگر جزوی طور پر‘ اس لئے کہ بنگلہ دیش بھی فوجی حکمرانوں کے اقتدار پر قبضے کے مراحل سے گزر چکا ہے۔ اس طرح بعض تجزیہ نگار

پاکستان کی موجودہ بگڑی ہوئی صوت حال کی ذمہ داری دہشت گردی اور مذہبی انتہا پسندی پر عاید کرتے ہیں جو بہت سے اسباب میں سے ایک سبب ضرور ہوسکتا ہے مگر یقیناً یہ واحد وجہ نہیں اور پھر یہ امر بھی ملحوظ خاطر ہونا چاہئے کہ بنگلہ دیش کی چالیس سالہ تاریخ بھی مذہبی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے واقعات سے خالی نہیں ہے۔ بنگلہ دیش کی وزیراعظم حسینہ واجد کے اپنے بیان کے مطابق ان کے 2001ء کے اقتدار کے دوران ان کی جماعت کے اکیس ہزار اہل کار اور رہنما دہشت گردوں کے ہاتھوں مارے گئے جن میں پارلیمنٹ کے ممبران اور ایک سابق وزیر بھی شامل تھے۔خود ان پر بھی حملے ہوئے جس میں وہ محفوظ رہیں۔

ہمارے لئے یہ امر غور طلب ہے کہ دونوں ملکوں میں موجود ان مماثلتوں کے باوجود آخر بنگلہ دیش ملکی ترقی، خوشحالی اور معیشت کے استحکام کی راہ پر کیسے گامزن ہوگیا اور ہم پستی کی طرف کیوں رواں ہیں۔ جہاں تک ہم سمجھ سکے ہیں اس کی سب سے بڑی اور اہم وجہ دونوں ملکوں کے حکمرانوں کے کردار اور رویوں کا فرق ہے۔ بنگلہ دیش کی معیشت کا انحصار اگرچہ آج بھی زراعت پر ہے مگر وہاں چھوٹی زرعی ملکیتیں ہیں۔ جاگیردار طبقہ وہاں سرے سے موجود ہی نہیں ہے اس کے مقابلے میں پاکستان میں یہ طبقہ نہ صرف موجود ہے بلکہ مسلسل اقتدار میں بھی ہے اور اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے اس طبقے کا انحصار مذہبی جماعتوں کے تعاون پر ہے جس کی بنیاد مارچ 1949ء میں قرارداد مقاصد کی شکل میں رکھ دی گئی تھی اور جسے آمر ضیاء الحق نے اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لئے آئین کا حصہ بنایا۔ بنگلہ دیش کے مسلمان بظاہر ہم سے بہتر مسلمان ہیں۔ اپنے مذہب سے ان کی عقیدت اور تعلق شک وشبہے سے بالاتر ہے۔ اس کے باوجود وہاں مذہب کے نام پر اقتدار کے حصول کے لئے نہ تو منظم اور طاقتور جاگیردار طبقہ موجود ہے اور نہ ہی ان کے آئین میں کسی قرداد کو ڈراوے اور مذہب کے نام پر جبر روا رکھنے کا مستقل ذریعہ قرار دے دیا گیا ہے۔ بنگلہ دیش کے پاس مستقل خطرے کی صورت میں بھارت بھی ازلی دشمن کی شکل میں نہیں بلکہ ہمسائے کی صورت میں ہے۔ اس کے متعلق وزیراعظم حسینہ واجد کہتی ہیں کہ ہندوستان کے ساتھ بہت سے مسائل ان کے ملک کو درپیش ہیں۔ دریاؤں کے پانی کا مسئلہ ہے جو ہم نے بھارت سے پرامن معاہدے کے ذریعے حل کرلیا (گنگا کے پانی سے متعلق معاہدہ) دوسرے مسائل بھی ہم گفت وشنید کے ذریعے حل کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ بنگلہ دیش کے دفاعی یا جنگی اخراجات کے قومی آمدن کے ساتھ تناسب کے بارے میں ہمیں زیادہ علم نہیں ہے مگر یہ ضرور معلوم ہے کہ ہمارے دفاعی اخراجات ہماری مجموعی قومی آمدنی کا ایک تہائی ہیں جس میں فوجی پنشنروں کے اربوں روپے شامل نہیں ہیں۔قومی آمدنی کا ایک تہائی حصہ قرضوں

کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔ باقی ایک تہائی (اصلاً ایک چوتھائی) جو رقم بچتی ہے اس سے آپ ملکی ضروریات عوام کی صحت، تعلیم، ٹرانسپورٹ اور دیگر ضرورتیں کیسے پوری کر سکتے ہیں؟، پیپلز پارٹی کی حکومت ہو، مسلم لیگ نون کی ہو یا نئی نوجوان قیادت کو لے آئیں کسی کے لئے بھی حکومتی ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں ہے۔ ٹیکنو کریٹس کی حکومت بنانے کی تجویزیں بھی ان دنوں بہت سننے میں آ رہی ہیں مگر ہمارے خیال میں یہ معاملہ کسی بھی قسم کے ماہرین کے بس کا نہیں ہے، البتہ اپنے رویوں اور ترجیحات میں تبدیلی لانے کا ہے۔ مذہب کے نام پر سیاست کرنے سے لے کر ہندوستان کے خلاف جہاد کا علم بلند کرنے تک اور افغانستان میں سٹریٹجک گہرائی کے حصول سے لے کر شاہانہ طور طریقوں کے خاتمے تک غور کئے بغیر اور نعروں کی بجائے زمینی حقائق کا ادراک کئے بغیر ہم آگے ہرگز نہیں بڑھ سکتے۔ یہ جاننے کے لئے کسی بھی غیر معمولی فہم و فراست کی ضرورت نہیں ہے کہ جس ادارے کے لئے اپنے وجود، بقا اور قومی امور میں اپنی بالا دستی برقرار رکھنے کے لئے ایک ازلی دشمن کی موجودگی ضروری ہے وہ اس دشمن کو کبھی ختم نہیں ہونے دے گا۔ جب کہ ہماری خرابیوں اور کوتاہیوں کا بنیادی تعلق محض اس وجہ سے ہے کہ مسلسل محاذ آرائی سے نہ صرف خود بھی خطرات میں گھرے ہوئے ہیں بلکہ ہمارا پورا خطہ امن اور معمول کے حالات سے محروم ہے۔ بنگلہ دیش کی ترقی کی یک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے پاؤں میں قرارداد مقاصد کی کوئی بیڑی نہیں ہے جس کی وجہ سے وہاں کی عدالت عظمیٰ نے مذہب کو سیاست اور سیاسی اقتدار کے لئے استعمال کرنے کی ممانعت کر دی ہے جبکہ ہم ابھی تک اس جال میں پھنسے ہوئے ہیں یہ سارے معاملات ایسے ہیں جن پر سنجیدگی سے غور کرنے اور عملی اقدامات کرنے کی فوری ضرورت ہے پیشتر اس کے کہ بہت دیر ہو جائے اور واپسی کا کوئی راستہ ہی باقی نہ رہے۔

☆☆☆

ہم نے چالیس سال میں کچھ نہیں سیکھا

جاوید چودھری

میں 1971ء میں دو اڑھائی سال کا بچہ تھا چنانچہ میں مشرقی پاکستان کا سانحہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکا لیکن اس کے باوجود اس سانحے کے چند مناظر میرے شعور، میرے تحت الشعور، میرے دل، میرے دماغ اور میرے ضمیر میں صلیب کی کیلوں کی طرح گڑھے ہیں۔ اس سانحے کا پہلا منظر میں نے بھارتی ٹیلی ویژن کی ایک ڈاکومنٹری فلم میں دیکھا تھا۔ منظر کچھ یوں تھا۔ یہ صبح کا وقت ہے، سورج ڈھاکہ ایئرپورٹ کی شکستہ دیواروں سے اوپر اٹھ رہا ہے، ہوائی اڈے پر تباہی کے مناظر بکھرے ہوئے ہیں، اس تباہی کے درمیان ٹوٹے ہوئے رن وے پر چند فوجی کھڑے ہیں، آسمان پر ایک نقطہ سا ابھرتا ہے، یہ نقطہ

پھیلتا پھیلتا ہیلی کاپٹر کی شکل اختیار کرتا ہے‘ ہیلی کاپٹر ایئرپورٹ کا ایک چکر کاٹتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ رن وے پر اتر آتا ہے‘ پنکھے کی ہوا سے فوجی وردیاں پھڑپھڑاتی ہیں‘ دو مستعد فوجی ہیلی کاپٹر سے اترتے ہیں‘ دوڑ کر ہیلی کاپٹر کے دروازے کی طرف آتے ہیں‘ دروازے کا ہینڈل کھینچتے ہیں‘ دروازہ کھلتا ہے‘ بھارتی وردی میں ملبوس ایک سکھ جرنیل باہر نکلتا ہے‘ وہ دائیں بائیں دیکھتا ہے اور جس طرف فوجی جوان کھڑے ہیں اس طرف چل پڑتا ہے‘ رن وے پر کھڑا پاکستانی جرنیل آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرتا ہے‘ دونوں ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں‘ ایک اعلیٰ لگژری کار میں بیٹھتے ہیں‘ کار رن وے پر دوڑتی ہے اور دوڑتے دوڑتے گرد و غبار میں گم ہو جاتی ہے‘ اس کار میں بھارت کی فاتح فوج کا جرنیل جگجیت سنگھ اروڑا اور پاکستانی فوج کا شکست خوردہ جرنیل امیر عبداللہ نیازی عرف ٹائیگر خان نیازی سوار ہیں۔ یہ پہلا منظر تھا۔

اب آپ دوسرا منظر ملاحظہ کیجئے‘ صبح کے 9 بجے کر دس منٹ ہوئے ہیں‘ پلٹن میدان کے درمیان لکڑی کی ایک سادہ سی میز پڑی ہے‘ میز کی دوسری طرف دو کرسیاں دھری ہیں‘ گراؤنڈ میں ہزاروں بنگالی جمع ہیں‘ بنگالیوں کے آگے اور پیچھے بھارتی فوج کے سینکڑوں جوان کھڑے ہیں‘ کار گراؤنڈ میں داخل ہوتی ہے‘ میز کے قریب رکتی ہے‘ دو جوان آگے بڑھ کر دروازے کھولتے ہیں‘ دونوں جرنیل باہر نکلتے ہیں‘ کرسیوں پر بیٹھتے ہیں‘ دونوں کے سٹاف آفیسر ان کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں‘ میز پر ایک فائل رکھی جاتی ہے‘ دونوں جنرل باری باری اس فائل پر دستخط کرتے ہیں‘ تقریب کے بعد جنرل نیازی کھڑے ہوتے ہیں‘ اپنا پستول نکالتے ہیں‘ خالی کرتے ہیں اور گولیاں اور پستول جنرل اروڑا کے حوالے کر دیتے ہیں‘ بھارتی فوج کا ایک جوان آگے بڑھتا ہے اور جنرل نیازی کے سینے پر لگے سارے تمغے اور کندھوں کے تمام رینکس اتار لیتا ہے‘ جنرل نیازی تھکے قدموں کے ساتھ اپنی جیپ کی طرف بڑھتے ہیں‘ گراؤنڈ میں موجود ہزاروں بنگالی ان پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں‘ وہ چہرہ چھپاتے ہیں اور جیپ میں پناہ گزین ہو جاتے ہیں‘ بھارتی جوان ٹائیگر نیازی کی جیپ کو اپنی حفاظتی تحویل میں لے لیتے ہیں‘ یہ منظر بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ فلم بھارتی ٹیلی ویژن نے سینکڑوں بار دکھائی‘ پاکستان میں ایسے صرف دو موقع آئے‘ ایک موقع 16 دسمبر کی شام کو آیا جس کے ساتھ یہ خبر نشر ہوئی دو مقامی جرنیلوں نے جنگ بندی کا معاہدہ کر لیا۔ دوسری بار یہ فلم بھٹو نے 20 دسمبر 1971ء کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا حلف اٹھانے کے بعد چلوائی لیکن آرمی اور عوام کی طرف سے اتنا شدید ردعمل سامنے آیا کہ اس فلم پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پابندی لگا دی گئی۔

آپ اب تیسرا منظر ملاحظہ کیجئے‘ یہ 20 دسمبر 1971ء ہے‘ صدر جنرل یحییٰ خان کے چیف آف سٹاف

لیفٹیننٹ جنرل عبدالحمید نیشنل ڈیفنس کالج کے ہال میں داخل ہوتے ہیں' جونیئر آفیسر انہیں دیکھتے ہی غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں' جونیئر آفیسرز انہیں اونچی آواز میں گالیاں دیتے ہیں اور وہ بے بسی سے جونیئر افسروں کو دیکھتے ہیں اور چپ چاپ ہال سے نکل جاتے ہیں۔ چوتھا منظر بھی ملاحظہ کیجئے' 10 اپریل 1974ء کو ٹائیگر نیازی بھارت کی قید سے چھوٹتے ہیں' واہگہ سے پاکستان داخل ہوتے ہیں' انہیں ہار پہنائے جاتے ہیں اور یہ گاڑیوں کے قافلے میں گھر چلے جاتے ہیں' یہ چند دن بعد چیف آف آرمی سٹاف کو خط لکھتے ہیں اور ان سے شکوہ کرتے ہیں ''میں فوج کا لیفٹیننٹ جنرل ہوں مگر میری گاڑی پر جھنڈا نہیں لگایا جاتا' یہ رولز کی خلاف ورزی ہے' میری گاڑی پر فوراً جھنڈا لگایا جائے'' اور چیف آف آرمی سٹاف اس فرمائش پر حیران رہ جاتا ہے۔ پانچواں منظر بھی ملاحظہ کیجئے۔ 9 اگست 1980ء کو آغا محمد یحیٰی خان کا تابوت باہر نکلتا ہے' تابوت پر پاکستان کا جھنڈا لپٹا ہے' جنازہ ہوتا ہے' تابوت کو سلامی دی جاتی ہے' بینڈ بجتا ہے اور پورے فوجی اعزازات کے ساتھ انہیں دفن کر دیا جاتا ہے اور اب آپ چھٹا منظر بھی ملاحظہ کیجئے۔ میں نے آج سے دس سال پہلے اپنے بیٹے کو مشرقی پاکستان کے بارے میں بتانا شروع کیا' میں اپنے بیٹے کے سامنے دنیا کا نقشہ بچھائے بیٹھا ہوں' میں پانیوں میں گھرے ایک جزیرے کے گرد پنسل پھیرتا ہوں' پنسل گھماتا ہوں اور اسے کراچی کے ساحل پر لا کر کہتا ہوں ''بنگلہ دیش کبھی پاکستان کا حصہ تھا' پاکستان شروع ہی یہاں سے ہوتا تھا'' میرے بیٹے کی آنکھوں میں حیرت اُمڈ آتی ہے اور وہ نہایت معصومیت سے پوچھتا ہے ''لیکن اب وہ پاکستان کا حصہ کیوں نہیں؟'' میں بتاتا ہوں ''یہ ملک اس وقت چند ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھا جو نعمت کو نعمت اور امانت کو امانت نہیں سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے ملک توڑ دیا'' وہ تھوڑی دیر سوچتا ہے اور پھر پوچھتا ہے ''کیا ان لوگوں کو کوئی سزا ہوئی'' میں بیٹے کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہوں' میں اس کے کانوں پر جھکتا ہوں اور اسے پیار سے کہتا ہوں ''نہیں بیٹا' وسیع تر قومی مفاد نے ہمارے ہاتھ روک لئے تھے'' میرا بیٹا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرتا ہے لیکن میں اپنی گرفت مضبوط کر لیتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں میں اس کے مزید سوالوں کا جواب نہیں دے سکوں گا لیکن یہ منظر' یہ چھٹا منظر میرے حافظے سے چپک کر رہ جاتا ہے اور میں ہر سولہ دسمبر کے دن سوچتا ہوں' میں یہ ہاتھ اس بچے کے منہ پر کب تک رکھ سکوں گا' جب اس کے بازوؤں میں طاقت آ جائے گی' جب یہ بڑی آسانی سے میرا ہاتھ جھٹک سکے گا اور جب اس کے سارے سوال بول پڑیں گے تو اس وقت میرا ردعمل کیا ہوگا' اس وقت میں کہاں جاؤں گا' اس وقت میرے پاس کیا جواب ہوگا۔ میں ہر بار سوچتا ہوں کاش اس بچے کے بڑا ہونے سے پہلے میں دنیا کے سارے نقشے جلا سکوں' میں تاریخ کی ساری کتابیں دریا برد کر سکوں' میں وقت کو' تاریخ کو' حالات کو اور ساری دوسری حقیقتوں کو نئے نام' نئے لفظ دے سکوں' میں شکست کو فتح بنا سکوں' میں اپنی بزدلی' اپنی خاموشی کو نظریئے کی شکل دے

سکوں، میں اپنے آپ کو جسٹی فائی کر سکوں، کاش اے میں اپنے بیٹے کے جوان ہونے سے پہلے اپنی تاریخ سیدھی کر سکوں لیکن افسوس میں ایسا نہیں کر سکا۔ آج میرا بیٹا سترہ سال کا ہو گیا ہے لیکن میری ندامت، میرا تاسف اور میری شرمندگی اسی طرح میری پلکوں سے چپکی پڑی ہے، میں آج بھی اس کے سوالوں کا جواب دینے کے قابل نہیں ہو سکا۔ میں آج بھی 1971ء کی دہلیز پر کھڑا ہوں، میری تاریخ، میری سیاست، میرا ضمیر اور میرے احساس نے چالیس برسوں میں آگے کی طرف ایک قدم نہیں اٹھایا، میں آج بھی ماضی کی قبر کا کتبہ بن کر زندگی گزار رہا ہوں۔ میں آج بھی 1971ء کے حالات دیکھتا ہوں اور اس کے بعد ان کا تقابل 2010ء کی سیاسی صورتحال سے کرتا ہوں تو مجھے ان میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔ مجھے آج بھی اس ملک میں درجنوں جنرل یحییٰ خان اور سینکڑوں شیخ مجیب الرحمان دکھائی دیتے ہیں اور میں ان سب لوگوں کو اسی سپرٹ کے ساتھ اس ملک کی جڑیں کاٹتے دیکھتا ہوں جس بے صبری کے ساتھ ہماری 1971ء کی قیادت نے اس ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مجھے آج محسوس ہوتا ہے ہم آج بھی وہیں کھڑے ہیں جہاں ہم چالیس سال پہلے تھے۔ وقت کا دریا آگے نکل گیا ہے لیکن ہم بدبودار پانیوں کی طرح پلوں کے ستونوں کے ساتھ لپٹ کر زندگی گزار رہے ہیں اور ہم شاید اگلے چالیس سال بھی کوڑہ زدہ کیکڑوں کی طرح اسی بدبودار پانی میں پڑے رہیں کیونکہ ہم نے اپنی تاریخ سے سبق نہیں سیکھا اور تاریخ سے سبق نہ سیکھنے والی قوموں اور گوبر کے کیڑوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ضرورت رشتہ

بیٹی، خوبصورت وخوش اطوار، تعلیم ایف۔اے، عمر 23 سال کے لئے تعلیم یافتہ، برسر روزگار رفیقِ حیات کی ضرورت ہے۔ خواہش مند حضرات درج ذیل پر رابطہ فرما سکتے ہیں۔

Cell: 0333-2821919, Email: humanfriend@hotmail.com

تفسیر القرآن

از۔ سر سید احمد خان

سابقہ سات جلدیں، دو خوبصورت جلدوں میں عام ہدیہ -/1500 روپے رعایتی ہدیہ -/800 روپے۔

ملنے کا پتہ: مکتبۂ اخوت، اخوت سنٹر، (مچھلی منڈی) اردو بازار، لاہور۔

فون: 042-37235951، موبائل: 0333-4298184

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں کا صفحہ

ہم مسلمان کیوں ہیں؟

عارف محمود کسانہ

پیارے بچو آپ تو جانتے ہی ہوں گے کہ لندن برطانیہ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہاں دیکھنے والی بہت سی جگہیں ہیں۔ بچوں کی پسند کی بہت ساری چیزیں ہیں۔ اسی لندن شہر کے ایک علاقے میں ایک چھوٹی اور پیاری سی بچی علیشا اپنے امی' ابو اور دو بہنوں کے ساتھ رہتی ہے۔ تینوں بہنیں آپس میں بہت پیار سے رہتی ہیں۔ علیشا سب سے بڑی ہے اور وہ سکول جاتی ہے جبکہ اریبہ اور سب سے چھوٹی عنائیہ گھر پر کھیلتی رہتی ہیں۔ ان کے گھر کے پاس ہی بچوں کے لئے ایک چھوٹا سا پارک ہے جہاں جھولے اور کھیلنے والی دوسری بہت سی چیزیں بھی ہیں۔ وہ تینوں اپنے امی اور ابو کے ساتھ وہاں جاتی ہیں اور خوب مزے سے کھیلتی ہیں۔

ایک دن اریبہ نے پوچھا امی جان ہم مسلمان کیوں ہیں؟

امی جان نے کہا کہ ہم مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے ہم مسلمان ہیں۔ اریبہ نے پھر پوچھا کہ مسلمان کون ہوتا ہے اور جو مسلمان نہیں ہوتے ان میں اور مسلمانوں میں کیا فرق ہے؟ امی جان نے بتایا کہ زمین' آسمان اور پوری دنیا کو اللہ نے بنایا ہے انسانوں کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے انسانوں کو زندگی بسر کرنے کے لئے ایک طریقہ اور قانون بھی دیا ہے جسے اسلام کہتے ہیں اب جو انسان بھی اس کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے اسے مسلمان یا مُسلم کہتے ہیں اور جو اس کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں ہوتا۔ زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے قانون قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اب علیشا نے پوچھا کہ امی جان قانون کا کیا مطلب ہے۔

اب امی جان نے بتانا شروع کیا کہ کچھ دن پہلے ہمارے گھر کے نزدیک دو گاڑیاں آپس میں ٹکرا گئی تھیں۔ تمہیں معلوم ہے نا۔ جی امی جان وہ جو سرخ اور نیلی گاڑیاں تھیں علیشا نے جواب دیا۔

ہاں وہی سرخ اور نیلی گاڑیاں اور اللہ کا شکر ہے

کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔ حادثہ کے وقت وہاں پولیس آ گئی تھی۔ پولیس نے سب کچھ دیکھ کر سرخ کار والے کو کہا کہ قصور تمہارا ہے اور اس کو جرمانہ بھی کر دیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ پولیس نے کیسے کہہ دیا کہ قصور سرخ گاڑی والے کا ہے۔ بات صاف تھی کہ سڑک پر چلنے کے لئے قانون موجود ہے اور سڑک کے جس طرف چلنے کی اجازت ہو اسی جانب گاڑی چلائی جاسکتی ہے۔ جو بھی اس کے مخالف گاڑی چلائے گا وہ قانون کی خلاف ورزی کرے گا۔ سرخ گاڑی والے نے قانون کے خلاف گاڑی چلا کر جرم کیا جس کی اس کو سزا ملی۔ سبز گاڑی والا قانون کے مطابق اپنے ہاتھ جا رہا تھا اسی لئے پولیس نے اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ یہ قانون انسانوں نے بنایا ہے تاکہ سب اچھے طریقہ سے رہیں اور کوئی نقصان نہ ہو۔

علیشا نے پھر پوچھا۔ امی جان کیا اللہ نے بھی قانون بنائے ہیں۔

امی جان۔ جی بیٹا اللہ نے بھی قانون بنائے ہیں جن کے خلاف چلنے سے انسان کو بڑا نقصان ہوتا ہے۔

علیشا۔ امی جان اس کی بھی کوئی مثال بتائیں۔

امی جان نے بتانا شروع کیا اور کہا کہ تمہیں پتہ ہے نا تمہارے ماموں کے بیٹے ناصر نے آگ میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔ جس سے اس کا ہاتھ بری طرح جل گیا تھا۔ وہ مارے درد کے چیخ رہا تھا۔ اس کی بری حالت دیکھ کر تمہارے ماموں کہہ رہے تھے۔ اچھا ہوا! تمہیں اپنے کئے کی سزا ملی۔ ہم تمہیں روز سمجھاتے تھے کہ آگ کے ساتھ نہیں کھیلا کرتے لیکن تم باز ہی نہیں آتے تھے۔ اب ہاتھ جل گیا ہے تو آئندہ کے لئے تمہیں نصیحت ہو جائے گی۔

تمہیں معلوم ہے کہ ناصر کو کس بات کی سزا ملی؟ اسے قانون کے خلاف چلنے کی سزا ملی۔ آگ کی خاصیت ہے کہ جو بھی اس میں ہاتھ ڈالے گا اس کا ہاتھ جل جائے گا۔ اس کو بھی قانون کہتے ہیں۔ یہ قانون خدا کا بنایا ہوا ہے۔ خدا نے اس طرح کے بہت سے قانون بنائے ہیں جن کے خلاف چلنے سے انسانوں کو بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمیں چاہئے کہ ہم خدا کے بنائے ہوئے قانونوں کے مطابق زندگی گزاریں۔ اسی کو اسلام کہتے ہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور جو بھی اللہ نے کہا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ سب کچھ قرآن مجید میں موجود ہے۔ بچو! قانون کے مطابق زندگی بسر کرنے سے انسان خود بھی امن اور سلامتی سے رہتا ہے اور دوسرے بھی امن اور سکون سے رہتے ہیں۔ اسی لئے اسلام کے معنی امن اور سلامتی کے ہیں۔

علیشا نے کہا امی جان آپ کا بہت شکریہ آج آپ نے بڑی اچھی باتیں بتائی ہیں۔ میں یہ باتیں اپنے دوستوں کو بھی بتاؤں گی۔

پاکستان میں
غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ۔گل بہار صاحبہ	بروز جمعہ	10AM
ایبٹ آباد	234-KL کیہال۔رابطہ: شیخ صلاح الدین‘فون۔0992-334699‘موبائل0321-9813250	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
اسلام آباد	برمکان ڈاکٹر انعام الحق‘مکان نمبر 302‘سٹریٹ نمبر 57‘سیکٹر F-11/4 رابطہ: ڈاکٹر انعام الحق‘فون نمبر 051-2290900‘موبائل: 0333-5489276	بروز اتوار	11AM
اوکاڑہ	برمکان احمد علی‘بیت الحمد‘180-AB-4‘شادمان کالونی‘ایم۔اے جناح روڈ‘ رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325‘موبائل: 0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔رابطہ فون نمبر:	بروز جمعہ	3PM
جہلم	جنجوعہ ٹاؤن‘پوسٹ آفس فوجی ملز‘نزد بیکن ہاؤس سکول۔رابطہ فون نمبر:	ہرماہ پہلی اور آخری اتوار	4PM
چوٹی زیریں	بردوکان لغاری برادرز زرعی سروس‘ڈیرہ غازی خان۔رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔موبائل: 0331-8601520	ہرماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	11/9-W‘گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج‘فون: 047-6331440-6334433۔	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدر آباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری‘B-12‘حیدر آباد ٹاؤن‘فیز نمبر 2‘قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔رابطہ فون: 022-654906	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور‘کمرہ نمبر 114‘فیضان پلازہ۔کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ‘موبائل: 0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود‘مکان نمبر 14/A‘گلی نمبر 4‘راہِ طلوع اسلام‘جنجوعہ ٹاؤن‘اڈیالہ روڈ‘ نزد جراہی سٹاپ‘راولپنڈی۔رابطہ: رہائش: 051-5573299‘موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان‘محلہ نظام آباد‘وارڈ نمبر 9 خان پور‘ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔فون نمبر گھر: 068-5575696‘دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM

سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹرسٹی' سٹی ہاؤس' سٹی سٹریٹ' شہاب پورہ روڈ' رابطہ: محمد حنیف' 03007158446۔ محمد طاہر بٹ' 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM
سرگودھا	4-B' گلی نمبر 7' بلاک 21' نزد مکی مسجد چاندنی چوک' رابطہ۔ ملک محمد اقبال۔ فون: 048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر' فرسٹ فلور' مین ڈگلس پورہ بازار' رابطہ: محمد عقیل حیدر' موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
فتح پور' سوات	فتح پور' سوات' رابطہ: خورشید انور' فون: 0946600277' موبائل: 0303-8621733	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام' سوات کا ڈیرہ۔ موبائل: 0346-9467559	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ' شاہراہ فیصل۔ رابطہ شفیق خالد' فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر' عبداللہ ہارون روڈ' رابطہ محمد اقبال۔ فون: 021-35892083' موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16' گلشن مارکیٹ' کورنگی نمبر 5۔ رابطہ: محمد سرور۔ فون نمبرز: 021-35031379-35046409' موبائل: 0321-2272149	بروز اتوار	2PM
کراچی	نالج اینڈ ویزڈم سنٹر' سلمان ٹاورز' آفس نمبر 15-C' بالمقابل نادرا آفس' ملیر سٹی۔ رابطہ: آصف جلیل فون نمبر: 021-35421511' موبائل: 0333-2121992' محمود الحسن۔ فون: 021-35407331	بروز اتوار	11AM
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ فون: 081-825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری' گل روڈ' سول لائنز۔ رابطہ: موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	25-B' گلبرگ 2' (نزد مین مارکیٹ' مسجد روڈ)۔ رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاڑکانہ	بر مکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلہ جاڑل شاہ' رابطہ فون: 074-4042714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔۔ بہاؤالدین	رابطہ: خان محمد' (وڈیو کیسٹ) بر مکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1' محلہ صوفی پورہ۔ فون نمبر: 0456-502878	بروز جمعہ	10 AM
نواں کلی' صوابی	رابطہ بابو اسرار اللہ خان' معرفت ہومیو ڈاکٹر ایم۔ فاروق' محلہ خدر خیل۔ فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چار باغ' (حجرہ ریاض الامین صاحب)' (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز' مردان روڈ' صوابی) فون نمبرز: 250092, 250102, 310262(0938)	بروز اتوار	3 P.M

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات خصوصی توجہ فرمائیں

جن خریدار حضرات کی زرِ شرکت ماہنامہ طلوع اسلام ختم ہوچکی ہے وہ برائے مہربانی جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔ شکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کھاتہ داران حضرات

﴿خصوصی توجہ فرمائیں﴾

جن کھاتہ داران نے اپنے اپنے کھاتوں سے مجلّہ طلوع اسلام جاری کروایا ہوا ہے ان سے گذارش ہے کہ آپ اپنی فہرست خریداران ادارہ طلوع اسلام کو بھجوا دیں اور جن کو میگزین سال 2011ء کے لئے جاری رکھنا مقصود ہو یا جن کے میگزین بند کرنے ہوں، مکمل فہرست، ایڈریس کے ساتھ بھجوا دیں تاکہ بروقت عمل درآمد ہو سکے۔ شمارہ کی اشاعت میں اضافہ آپ کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پاکستان میں یونیورسٹیز، کالجز کی لائبریریوں کو لندن بزم و ناروے بزم کے تعاون سے 100/100 میگزین بھیجے جا رہے ہیں جو کہ بہت کم تعداد ہے۔ اگر بیرون ملک یا اندرون ملک کی بزمیں مزید تعاون کریں تو اس تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے اور پاکستان کے تمام تعلیمی اداروں میں میگزین بھیجنا ممکن ہو سکے گا۔ امید ہے کہ بزمیں اس مسئلہ پر تعاون کریں گی۔

کھاتہ داران جن کے ذمے طلوع اسلام کی رقم بقایا ہے ان کو ان کے کھاتوں کی تفصیل بھجوائی جا رہی ہے تاہم اگر کسی وجہ سے یہ ان تک نہ بھی پہنچے تو بھی تمام کھاتہ داران سے التماس ہے کہ وہ اپنے کھاتوں میں معقول رقم جمع کرانے کا اہتمام کریں تاکہ واجب الادا رقوم کی وجہ سے ادارہ مالی پریشانیوں کا شکار نہ ہو۔

بینک اکاؤنٹ کے لئے ضروری وضاحت

1- بینک کا اکاؤنٹ نمبر۔ 3082-7

2- بینک کا نام۔ نیشنل بینک آف پاکستان، مین مارکیٹ برانچ گلبرگ، لاہور (پاکستان)۔

3- نام اکاؤنٹ۔ ادارہ طلوع اسلام

شکریہ

چیئرمین ادارہ طلوع اسلام لاہور

Mao Zedong and The Qur'an

By

Iqbal Muhammad &

Brig. Taimur Afzal Khan (Retd)

(Institute for the Resurgence of Islam)

=============

Mao has also said:

"*Capitalism*[1] *or Colonialism*[2] *cannot sustain anymore, because it does evil things*".

Even this thought is against the Philosophy of Contradictions. According to this philosophy, it is not the principle of any system to sustain or to disappear just because the one that is doing constructive things will stay and the one that is busy in destructive things, would vanish. Meanwhile, the Rule of Contradictions is busy in its pursuits. The Philosophy of Contradictions says that a system comes into existence and simultaneously, its opposite appears. Obviously, there is a clash between the two. After some time, the secondary (opposite!) system triumphs and becomes the primary one. And this struggle continues endlessly. Because of this (struggle), neither a system comes into being, nor does any other system come to its rescue just because it had done some good things. And it does not perish because it had done something bad.

A system might be of any type, it has to go into oblivion when its turn comes. History neither looks at the blind forces of the Law of Contradictions, nor does it care for bad or good things. It has to erase one of them and has to create its opposite. No matter how much a man may wish that a good system may not perish, he cannot stop this from happening. Forces, that bring changes, do not care for the benefits or losses of man. He is like a helpless part of a machine forced to exist according to whatever system prevailed.

This is a brief explanation of Mao's Law of Contradictions. Whatever critical analysis has been given is not just to criticize – this was rather imperative, in order to understand in comparison, the Qur'anic Philosophy of Life.

---

[1] An economic system in which the means of production and distribution are privately or corporately owned

[2] The policy or practice of acquiring full or partial political control over another country, occupying it with settlers, and exploiting it economically

The Qur'anic Philosophy of Life

The philosophy of universe as ordained in the Qur'an moves to some extent side by side, with the philosophy of dialectics. But the weaknesses inherent in the philosophy of dialectics are not part of the Qur'anic thought. And where the Philosophy of Dialectics stops, Qur'anic concept picks the thread and takes the man forward.

In the following sections, Qur'anic concept would be described, in brief, according to the following chapters:

1) **The Style of Qur'anic Comprehension**
2) **The Creation of Universe**
3) **The Creation of Human Being**
4) **The Struggles of Human Life**
5) **The Law of Contradictions**
6) **What is Constant in Universe?**
7) **Permanent Values**
8) **The Struggle between Truth and Falsehood**
9) **Commensurability in Contradictions**
10) **The Concept of Knowledge**

1. The Style of Qur'anic Comprehension

One of the several styles of Qur'anic comprehension is that it brings the opposite of a thing or ideology and explains it. For example

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿٢٠﴾

And the blind and the seeing are not alike

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿٢١﴾

Nor are the depths of darkness and the Light

وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿٢٢﴾

Nor are the (chilly) shade and the (genial) heat of the sun

وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ

Nor are alike those that are living and those that are dead

In yet another instance, God cautions (35-19-22):

مَّن فِى ٱلْقُبُورِ

وَمَا يَسْتَوِى ٱلْأَحْيَآءُ وَلَا ٱلْأَمْوَٰتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَآءُ ۖ وَمَآ أَنتَ بِمُسْمِعٍ

God can make any that He wills to hear; but you cannot make those to hear who are (buried) in graves.

In continuation to these ideologies and concepts, he brings infidelity in comparison to belief; faithlessness to admonition; falsehood to truth; etc. and derives meanings of his choice.

As we have seen earlier, Mao Zedong says (after giving such pointless examples) that if one of these opposing things is absent, the other cannot exist. The Qur'an, however, explains these opposing things from the perspective of their meanings and purposes. It does not do so to prove that these opposing things are in fact, struggling against each other. This concept was in fact, given by *Paganists*. The Qur'an has called itself (29/23):

A book whose message is كِتَٰبًا مُّتَشَٰبِهًا مَّثَانِىَ, ***integrated right from the beginning upto the end***

Though there is no contradiction in it, even then it brings opposing ideas into limelight. As for conflict and clash, these will be discussed later.

The Qur'an considers conflict of things in nature as signs of God: من ايات الله **. For example, (2/164):**

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنزَلَ
اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

Behold! in the creation of the heavens and the earth; in the alternation of the night and the day; in the sailing of the ships through the ocean for the benefit of mankind; in the rain that He sends from the skies, and the life that He gives therewith to an earth that is dead; in the beasts of all kinds that He scatters through the earth; in the change of the winds, and the clouds that they trail like their slaves between the sky and the earth;- (Here) indeed are Signs for a people that are wise.

And then God says (30/22):

وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ خَلْقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَٰنِكُمْ ۚ

The creation of earth and skies and the difference in colors and languages are also signs of God

Inspite of differences of races and colors, God wants to make all the human beings as one nation, based on a common ideology. To Him, this is the Unity of Opposites - homogeneity in diversity.

2. The Creation of Universe

Qur'anic philosophy about the Creation of universe is that God did not create it wholly, in one go; rather He did it through a pre-planned system of evolution. Let it be clarified that according to Arabic and God Himself, one is the activity of Nature and the other, the activity of things. Nature means to create something out of nothing while Khalq means creation of new things by changing the proportions and balance of various elements (already in existence). This word is generally used in this sense though sometimes, it can be used in the perspective of Nature as well. God does not explain the interplay of Nature and what and how it does. This is because that coming into being from nothing is a question far beyond human mind to comprehend, however, God speaks in (somewhat) detail about the process of

يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ إِلَى ٱلْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِى يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُۥٓ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ

Creation (32/5):

God decides about the scheme of the creation of a thing in the infinite heights above. Then He starts its creation at the lowest stratum of earth. From this point, the thing gradually goes up so that it may reach its target as planned. It passes through these different stages in days.

About the quantum of a day, God has said (70/40):

فِى يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُۥ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

Each day, according to our system, is spanned over thousands of years - in some cases, even 50,000 years.

In yet another place, it is said (87/2-3):

ٱلَّذِى خَلَقَ فَسَوَّىٰ وَٱلَّذِى قَدَّرَ فَهَدَىٰ

God is the one who starts the creation of all the things in universe, in order and proportion.

He then separates shortages and excesses and brings them to a particular equilibrium. Then He decides their destiny and guides them to reach there. God has spoken of the system of evolution in these words (10/4):

إِنَّهُۥ يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ

God is the one who starts the creation of everything.

He then takes it through different steps. For example, God has said of the system of evolution of earth and heavenly bodies:

1. ***All these bodies were in the form of a Nebulae and then disintegrated* (21/30)**

   وَجَعَلْنَا مِنَ ٱلْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَىٍّ

2. ***This Nebula was in the form of gas (41/11)***

   ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ

3. ***The earth separated from this Nebula like a stone thrown by a catapult* (79/30)**

   وَٱلْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَىٰهَآ

4. ***He then passed all these heavenly bodies through six stages* (10/3)**

   خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ

5. ***After separation from the Nebula, earth was passed through two stages, enabling it to sustain life* (41/9)**

   لَهُۥٓ أَندَادًا

   أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْأَرْضَ فِى يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ

6. ***Life started from wa*ter (21/31)**

   وَجَعَلْنَا مِنَ ٱلْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَىٍّ

And this way, gradually living things were created, i.e. creeping animals, animals walking on two legs and those walking on four legs.

During this entire process, Godly Evolution[3] played its role. While passing through these various stages, it stops *but* for a while, at a particular point. After that, it moves ahead towards its next destination. The Qur'an has called these various

[3] Evolution means to provide necessary pre-requisites for a thing right from its point of origin to its completion

stages '*abodes*' (11/6), مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا i.e. *a temporary stopover*. After that the next destination to which that particular thing is given but, as a trust. After reaching its new destination, that particular thing becomes something entirely different and is referred to as *Nishatul Aakhirata*, i.e. its second life. Surah 'Ankabbot' has it (29/20):

ٱلْءَاخِرَةَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ

قُلْ سِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَٱنظُرُوا۟ كَيْفَ بَدَأَ ٱلْخَلْقَ ۚ ثُمَّ ٱللَّهُ يُنشِئُ ٱلنَّشْأَةَ

Ask them roam around in the world and see how God creates a particular thing and how He transforms it into another shape. All this happens according to specific measures that He has set for the things in universe and on which He has complete control.

This 'change' occurs in everything all the times (55/26):

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

All the things of universe have changing outlook all the time (and need Divine Evolution).

Because of this, a certain thing transforms into another thing after due process of evolution.

This way, there are always new things coming into being in the universe (35/1):

يَزِيدُ فِى ٱلْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۚ

He keeps on bringing changes into various things according to His Rules.

According to (poet) Ghalib:

Nature is not yet done with beautification of the self

The self is constantly in view – as in mirror - under veil

About all these changes in the creations, God has even said that this way, the whole system of universe slowly but certainly, will be transformed into something else (14/48):

يَوْمَ تُبَدَّلُ ٱلْأَرْضُ غَيْرَ ٱلْأَرْضِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ ۖ

One day the earth will be changed to a different earth, and so will be the heavens.

This is because (17/99):

قَادِرٌ عَلَىٰٓ أَن يَخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ

It is He who has the power to create the like of them (anew)

As the system of universe is not eternal - not that there was no beginning to it - likewise, it is not eternal that it will have no end (13/2):

كُلٌّ يَجۡرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّىۚ

This whole system (of universe) is running according to a pre-determined time-frame.

If anything of all these things, which is under the external influence, looses the potential to go forward, it would stop to make progress. In that case, such things either disappear or continue revolving around the same place; the way a mango tree would come from mango seed. This is called Repetition or *Reproduction*[4], not Evolution.

---

[4] The natural process among organisms by which new individuals are generated and the species perpetuated

3. The Creation of Man

Like any other element, Man is also an integral part of the universe. Therefore, it also passes through different stages of production, though to some extent. According to Qur'an (32/7):

بَدَأَ خَلْقَ ٱلْإِنسَٰنِ مِن طِينٍ

The beginning of human being was from inorganic matter.

There is no life in such a matter. But when water is added to it, life takes its shape (21/30):

وَجَعَلْنَا مِنَ ٱلْمَآءِ كُلَّ شَىْءٍ حَىٍّ

All the living things owe their lives to water, from the mixture of soil and water.

The very first life cell that came into existence was without sex. It means life started through Unicellular process. Qur'an has called it "Single Life" (4/1):

خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ

God created you from a single cell (being!).

This Cell of Life split into two sister cells. And this way, the difference of male and female came into existence (4/1):

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا

And this way, (God) created a couple (pair) out of one cell.

The Qur'an has used the word "Zoj" for the pair. This means a pair that remains incomplete in the absence of one element, i.e., inspite of being the opposite of each other, each one is the cause of completion of the other one. To put it plainly, each one is complementary to the other one. Such pairs are not only found in living beings but also in other organisms, for example, in plants (43/12):

وَٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْأَزْوَٰجَ كُلَّهَا

And Who made all the pairs (of everything).

How do different things in the universe interact or copulate, is a question outside the scope of present discussion. As for the creation of man, we know that like other animals, the creation of a human child takes place in women's womb; due to copulation of man and women. Like all other animals, this child also passes through various stages of completion in the womb. According to the Qur'an (23/13):

ثُمَّ جَعَلْنَٰهُ نُطْفَةً فِى قَرَارٍ مَّكِينٍ

Then We made him a drop of water and put in a strong serenity.

God explains it further (23/14):

فَكَسَوْنَا ٱلْعِظَٰمَ لَحْمًا

ثُمَّ خَلَقْنَا ٱلنُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا ٱلْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا

After the conception, the germ takes a leech-like shape. Then it transforms into a lump of flesh. Then a skeleton of bones appears, and on it, comes flesh.

Till this point, all the siblings of men and animals pass through similar process. But, after this comes the point of distinction that in fact is the point of difference between the Theory of Evolution and the Qur'anic viewpoint; and from here, start different approaches to life. The Qur'an says (23/14):

ثُمَّ أَنشَأْنَٰهُ خَلْقًا ءَاخَرَ

And then We make it a new creation.

Here, the question arises as to what is so special that makes a man different from an animal – a new creation (with something special)? Qur'an says (32/9):

وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِۦ

And God puts a bit of His Energy into it.

It is the Divine Energy due to which man becomes distinctly different from other creatures. Of all the creatures, inclusion of (Godly) Energy is only the privilege of man. The same is reflected in human personality, generally called "I"[5]. This may also be called the *inner-self* of a human being. To put it simply, "*I-am-ness*" in fact, transforms an animal into a human being. This very feeling may also be called *self-*

[5] Its indefinite form is 'to be'

***consciousness*[6]. And it is because of this that man is made responsible for all of his intentions, his decisions, and accountable to his actions. It is also because of this that man is called 'you[7]'.**

The Holy Qur'an has described it in a very comprehensive and superb manner. While speaking of the various stages that a man has passed through God addresses him in Third Person - he. After when the infusion of Divine Energy is done to him, God suddenly starts addressing him from Third Person (singular!) to Second Person (singular!) when saying (32/9):

وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَٱلْأَفْـِٔدَةَ

And then God bestowed upon you the qualities of hearing, seeing, and feeling. Little is the thanks you give!

This way, man is enabled to be called 'you'. This is the point when the difference between material concept of life and the Qur'anic ideology of creation becomes clearly visible, from where both the thoughts move on totally different paths. From purely the perspective of material thought of life, man is merely made up of its physical being. Like other animals, man is born the same way, it grows and when according to physical laws, its body stops functioning, it dies; reaching his end. On the contrary, the Qur'an says that after the removal of soul from his body, man transforms into a new man. Then something appears in him that is neither created by physical laws nor does it end up with the termination of his physical life - which (thing) remains alive even after his death and moves forward by travelling yet more road miles. God says (71/14):

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا

***While He has created you in (different) stages*[8].**

Of all these stages, each of the new stage is higher (in esteem) than the previous one. And this system does not end there (84/19):

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ

---

[6] Aware of oneself as an individual or of one's own being, actions, or thoughts

[7] Second person, singular

[8] i.e., first Zygote (a fertilized egg that has only just started developing and is not yet an embryo); then fetus (lump of flesh), and finally, morsel of flesh

(O man!) You will keep on moving in prestige with each passing mile stone.

Death causes the physical end of your life, not yours (34/7):

لَفِى خَلْقٍ جَدِيدٍ

You rather enter a new life.

Death is just a test so as to know the capability that you might have developed to go ahead (67/2):

خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ

Who has created death and life, that He may test you which of you is best in deed? And He is the All-Mighty, the Oft-Forgiving

Death and life have been created with the sole purpose to test the extent to which man can manage beauty and equilibrium through his doings.

Do you realize that when human body transforms back into iron and stone, how could it have another life? You are mistaken. You body consists of all these elements. "You" were not because of these things. Your physical disintegration does not mean that an end has come onto you. In fact, you don't perish (17/50-51):

قُلْ كُونُوا۟ حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِى صُدُورِكُمْ ۚ

Say (O Muhammad) "Be you stones or iron, or some created thing that is yet greater (or harder) in your breasts (thoughts to be resurrected, even then you shall be resurrected)"

It does not make any difference. You have become such a new creation that does not come under the purview of physical laws.

We have seen that the Theory of Dialectical Materialism states that a lifeless material has reached the highest level of humanity by passing through the process of evolution. After this, instead of evolution, there would be reversal. Man will convert into the same substances that originally caused the process of his evolution. On the contrary, the Qur'an says that there could be no looking back in the process of evolution. The stream of life, that once has moved ahead, will not go back. It is said even to the extent that those deprived of proper growth of their brains, would say at the time of death (23/99-100):

رَبِّ ٱرۡجِعُونِ ۝ لَعَلِّيٓ أَعۡمَلُ صَٰلِحٗا فِيمَا تَرَكۡتُۚ

O You who gives growth! Turn the life cycle back so that the chances that I missed earlier, are available to me. Then I will perform such deeds that will lead to the proper growth of my capabilities.

In response to this, it will be said, NO, كَلَّآ this cannot happen. Life does not go back. In the process of evolution, there is no going back: there is either *going ahead*[9] or staying at a point.

You might have seen that there is a point where not only the Philosophy of Contradictions stops but its entire edifice of evolution collapses; and the Qur'an takes us far ahead of that.

---

[9] According to the Qur'an, 'going ahead' means the life in Paradise and staying at a point, is Hell. This process of evolution perpetuates even in the life in Paradise

4. The Struggle of Human Life

The way a human child does not have its physical faculties in developed form likewise, man's '*being*' also keeps on growing. Whether it is his physical growth or mental advancement, it occurs because of the collision of contradictions. This '*collision*' of human body occurs in the form of decaying of old cells and the appearance of new cells. Life, health, disease, death, etc. all are manifestations of the struggle between various contradictions in human body.

Now a question arises as to what are those elements of contradiction that cause the growth of human faculties. This question merits special attention.

As there are certain rules for the growth of human body, likewise there are rules for the growth of his faculties. Rules regulating the growth of human body are called Laws of Nature while those that govern the growth of his faculties are called *Permanent Values*[10]. Like the Laws of Nature, permanent values are also everlasting and universal. These will be discussed in detail, but later on. For the time being, example of just one fundamental value is given.

The nourishment of human body occurs through all those things that a human being consumes for example, eating and drinking. Therefore, each and every human being tries his best to collect as much food and drinks for himself as possible. Human mind guides him how to satisfy his urge for such things through different means. Moreover, his mind provides justification for doing so. As against this, it is the demand of human growth and social justice to work hard and whatever is in excess of his needs, is given to others for their wellbeing. This way, there is a struggle between his physical needs and his spiritual compulsions. God has spoken of this struggle in the story of Adam in a dramatic manner while narrating "Satan and Adam's Embroilment". Satan is the spokesperson for those feelings of human being that are means to his physical needs and desires. In the words of Qur'an, Satan and Adam have not only appeared at the same time, God has also given Satan time to confront man till the Day of Judgment (7/15):

قَالَ إِنَّكَ مِنَ ٱلْمُنظَرِينَ

(Iblees) said: "Allow me respite till the Day they are raised up (Day of Resurrection!)". God said, "Yes, you are given (all the) time".

---

10 Things of enduring usefulness

Therefore, the struggle of contradictions is intrinsic to human beings and shall perpetuate till the end – in the life of an individual as also in his societal[11] life. Because of this confrontation and contradictions in his physical desires and spiritual compulsions, there occurs the development of human faculties. This increases his strength - the more strength it gains, the more the physical urges subside. And that is why Satan was ensured (by God), "No matter how much you struggle, those who would obey My Injunctions would never be subdued by you" (15/42):

إِنَّ عِبَادِى لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ

Certainly, you shall have no authority over My slaves.

Let it be clarified that according to Qur'an, even Satan will not see his end and would ultimately bow before the powers of man. That is why the Qur'an has devised certain pre-determined principles for the onward march of evolution and its stoppage as given in (7/8-9):

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُم

Those having greater strength of constructive powers will be successful. But those having lighter scale will bear the consequences.

That is, it is not necessary that those, whose scale has no evils, will go ahead triumphantly. Only those would be able to go forward whose scale of capabilities would be heavier; having conquered the destructive powers. Here the standard of life and evolution is the comparative heaviness of scale.

The idea of Abstinence [self-denial], i.e. the destruction of satanic forces, is the hypocrisy of Coenobitism[12]. This is not the truth; rather the truth is what the Qur'an ordains. Without the danger of conflict, life that is like flowing water, would become a standing puddle. The warmth in our lives is because of this conflict. According to *Allama* Iqbal:

مزی اندر جہاں کور ذوقے

کہ یزداں وارد و شیطان نہ دارد

[11] In case of societal life, in the form of these two groups, one of which makes its personal gains as the basic objective of life while the second group that considers human welfare as the supreme objective of life.

[12] The action of/motivation for becoming a member of a religious order living in a monastery or convent

This is that two-way system of contradictions that functions within a man. One contradiction is within his inner-self while the other is in his physical and personal needs and desires. Let it be clarified that the Qur'an does not argue for the destruction of physical needs of man. Not at all! On the contrary, the Qur'anic teachings consider body's upkeep essential. All that the Qur'an says is that when there is a conflict between man's physical needs and his spiritual compulsions, the needs of his inner self should prevail. This is because it is in line with the interest of better and forward march of man.

By now, you might have seen that even here how the Qur'anic Philosophy takes us ahead of Dialectical Materialism.

5. The Law of Contradictions

The Law of Contradictions and Conflict is the creation of God and an integral part of His scheme. He could have created man free of contradictions and conflicts, treading a particular path. However, in his infinite Wisdom, God did not do so and instead all the human beings would have been made to adopt a righteous way of life. God had no such scheme (10/99):

يَكُونُوا۟ مُؤْمِنِينَ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَءَامَنَ مَن فِى ٱلْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ ٱلنَّاسَ حَتَّىٰ

Had He be willing, He would have created all the human beings as True Believers [Momins]

However, He had some different scheme for man and created him by bestowing full authority and decision-making power in him; so that he could have the discretion to choose any way of life for himself (18/29):

وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ

And say: "The truth is from your Creator." Then whosoever wills, let him believe, and whosoever wills, let him disbelieve.

The right to choose and the intention are the two fundamental traits that keep the human being distinct and superior to animals. And these are the very reasons that make a man accountable for his deeds and misdeeds. Because of these two characteristics, a change occurs in his inner self. This happens in case of individuals as well as of nations. In this regard, there is a clear decision of God (13/11):

إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ

Verily! God will not change the condition of a people unless they change their state to goodness for themselves.

The type of change that may occur in a nation (i.e. in its psyché), would be similar to the change[13] in its external world. Such are the changes that bring a flicker of life in dead nations and likewise, cause death to living nations (6/95):

---

[13] Eimaan [belief] is what brings a real change in the psyche of a man

يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ ٱلْمَيِّتِ مِنَ ٱلْحَىِّ

He brings forth the living from the dead and is the Bringer forth of the dead from the living

Same is the reason because of which a nation loses its grandeur and pride and another nation takes its place. In Sura 'Tauba', God has explicitly said that if you do not face the destructive forces with full vigor, then (9/39):

يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْـًٔا

If you march not forth, He will punish you with a painful torment and will replace you by another people, and you cannot harm Him at all.

Obviously other people would not be similar to the ones replaced. That is why the new nation takes the place of the old one and that is why, it has been said (in the Qur'an) that the new nation that replaces you (47/38):

لَا يَكُونُوٓا۟ أَمْثَـٰلَكُم

Will not be like you

Only those nations perish whose scale of constructive capabilities becomes lighter and therefore, another being [creature] takes its place. These are the eternal laws of nature causing the rise and fall of nations.

Set aside a nation, Qur'an has gone to the extent that if the entire human race degrades to such an extent that it would no more deserve to exist, it will be wiped out from the surface of the earth and instead, some other being will take its place (35/16):

إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٧﴾

If He will, He could destroy you, and bring a new creation instead.

When the scale of a nation (to exist) becomes lighter, and is removed from the surface of the earth, is the end of that nation. And it does not take God even a second to do so (7/34):

سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ

And for every people there is a term, and when their term ends, they cannot stay along even for a single moment, nor can they get ahead of it.

And all this does not happen on its own - it rather happens according to the predetermined 'Laws of God' (13/38):

لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ

For each promise, there is writing.

The blind forces of "Historical Necessity" are not the forces of the "Law of Contradiction" that make a nation superior. After when God has dealt with a people (by sending them to the dustbin of history), He sends another people to take its place. Remember that the outgoing nation may not have any fault and may not have committed any crime, nor was anything special about in incoming nation. These are just the Rules of Nature that cause these changes, substitutions, and replacements.

According to the Qur'anic Philosophy, people own power and superiority by virtue of their personal traits. So long as it has those traits, it will survive. But when there is reduction in such qualities, another people take its place.

Have you observed the difference between the Law of Contradictions and the Qur'anic Philosophy? And how it appeals man's knowledge and insight?

6. What is "Constant" in the Universe?

According to Dialectical Materialism, it is acknowledged that:

1) **there is nothing in the Universe that is outside of matter;**
2) **there is a mechanism of contradictions in every material thing;**
3) **it is because of this that changes occur in material things; and finally**
4) **there is no permanence for anything in the Universe**

As said earlier, the proponents of Dialectical Materialism also acknowledge that the Law of Contradictions is, by its very nature, Absolute Truth, Immutable, and Eternal. It has neither been created by someone, nor is it the creation of human mind; it is rather an Objective Reality.

As against this, the Qur'anic Philosophy says that such a reality is not just one, rather so many. These rules can be divided into two sections. One section comprises Laws of Nature according to which the Universe is active. The other section deals with those Rules/Laws according to which, man should live so that along with his physical being, his personality, his inner self, also flourishes. Laws of Nature are intrinsic to everything and all of them are obliged[14] to obey them.

Rules governing human life have been explained in the Qur'an. These rules when appear ideologically, are called "God's Words". But when these rules appear practically, they are called "Tradition of God". Whether God's words or His Tradition, all are eternal: nothing in the universe, including man has the authority to bring any change in them. Even God, the Creator of these Rules and Traditions, does not bring any change in them. He Himself has substantiated this argument by saying (6/115):

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَّا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ ۚ

And no one can alter the Words of God.

At yet another occasion is said (33/62):

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

[14] Things in the universe have not been given the authority to disobey those rules

Such has been the way of God in **case of** ***those who passed away before. And you will never find a change in the Way of God.***

Sadly, those, who were presented these Qur'anic realities, said that this is just poetry (52/30):

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِۦ رَيْبَ ٱلْمَنُونِ

Or they say, "He is a poet, we are waiting for the calamity of the time coming on him".

They say that they were waiting for the time when it will be wiped out and change will occur and all of this would become history. They were told that it is not poetry because poetry is below the dignity of a revolutionary. These are rather the ultimate Rules. Therefore 52/31):

تَرَبَّصُوا۟ فَإِنِّى مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُتَرَبِّصِينَ

Await then! I **too** ***am with you among those who are waiting.***

And see whether these are eternal truths or the fantasy of a poet. Therein lies the Rule of Obliteration and Eternity, according to which things disappear and come into being (13/39):

يَمْحُوا۟ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖ

God wipes out what He wills and establishes **what He wills.**

In Ayat 13/39, it is said:

وَعِندَهُۥٓ أُمُّ ٱلْكِتَٰبِ

And with Him is the source of **all** ***commandments***

These Rules have been given because (8/42):

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنۢ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَىَّ عَنۢ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ

He who had already perished through a clear Sign might perish, and he who had already come to life through a clear Sign might live.

Here it is neither manipulation nor things happen just accidentally; everything rather happens according to pre-determined rules and regulations.

7. Permanent Values

All those rules that concern human life are called Permanent Values. If human society is formed according to these vales, then all the physical needs of all the people would be fulfilled without any worries, besides the nourishment of their mental capabilities. Such a dual objective cannot be achieved without these values. The list of these values, although very long, but it would suffice to deal with just a few fundamental values. For example:

1) **Every child deserves equal respect just because he is the child of a human being (17/70)**
2) **The Criteria for determining the status of a person depend on his personal qualities and character, not his personal relationship (to anyone) (46/19)**
3) **Only that person deserves the maximum of respect who performs his duties in the best possible manner (49/13)**
4) **The basic pillars of society are justice[15] and beneficence[16] (Ihsaan!): to compensate for any loss (16/90) without even expecting 'thankfulness' (76/9)**
5) **Giving all that is left after the fulfillment of one's legitimate needs (2/219). Rather to prefer others needs over one's own needs (59/9)**
6) **No one would bear the burden of anyone else (53/39):** وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَـٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ
7) **Those having the capacity to work, shall not get anything without doing work (53/40)**
8) **All the means of livelihood would remain open and available to everyone uniformly; there would be no question of personal control (55/10, 41/10)**
9) **It shall be the duty of the society to fulfill the needs of each and every person (6/151)**
10) **No one shall have the right to rule over others (3/78): only Divine Rules would prevail (5/44)**
11) **Anything done by a man, even a flicker of thought passing in his mind, shall have its impact (40/19). Each such thought has a direct impact on his self**
    a) **Based on all such thoughts, his future course is determined**
    b) **If the scale of his constructive endeavors is heavier, his future would be pleasant**
    c) **If the scale is lighter, there is destruction for him**
    d) **There is no concession for anyone from these Godly Rules**

Such Rules or Permanent Values are called *Absolute Truth*[17]. And this is *the* Reality. Any ideology or thought in contradiction to these values is deceitful.

---

[15] Ensuring each ones rights as far as possible

[16] There should be no reduction in one's due

Truth creates constructive results and helps in human evolution. Deceit creates destructive results and impedes the march of humanity. Capitalism, Priesthood, Brahmanism, and Mullaism are the pillars of deception. There has been a struggle between truth and falsehood right from the outset. And this struggle would perpetuate as has been abundantly explained by human history.

8. The Struggle between Truth and Falsehood

We are now entering again an era where there is a fundamental difference between the philosophy of Dialectical Materialism and the Qur'anic Thought. According to Dialectical Materialism, no thought, no sect (cult!) and no ideology is correct or wrong. Each ideology and each thing has two opposing elements imbedded into it. Both of these elements are in perpetual fight (against each other); and one or the other triumphs. When the later triumphs, again, an opposing element appears. This way, the struggle perpetuates. Marx calls it "Historical Necessity" while according to the blind rule of the Law of Contradictions as proposed by Mao Zedong, it is an automatic process.

As against this, the Qur'anic thought is:

1) **This struggle remains between Truth (constructive forces) and Falsehood (destructive powers)**
2) **In this struggle, truth ultimately prevails. This way, the system of Universe reaches a particular milestone, a destination, and moves ahead. At the new destination, Falsehood once again confronts the Truth. This way, the struggle between the two starts once again and truth triumphs, once again. This process keeps on moving ahead and after each destination, the Universe improves.**
3) **This struggle and the triumph of Truth perpetuates according to a scheme that God has devised for the Universe. If man stands up in favor of Truth, then this Phase will pass very fast. If not, then this journey will be travelled according to the speed about which God has said, "*Even a single day of God is equal to our one thousand, nay fifty thousand years*".**
4) **The inner-self of those who stand up for Truth, prospers in this world and hereinafter. And that is how man passes through different evolutionary goalposts. Let's see how Qur'an describes it:**

---

[17] In philosophy, universalism is a doctrine claiming that universal fact can be discovered and is understood as being in opposition to relativism. In certain religions, Universality is the quality ascribed to an entity whose existence is consistent throughout the universe

i) ***This system of Universe has not been created for the fun of it; this has rather been created for constructive purposes*** **(44/38-39):**

وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَٰعِبِينَ مَا خَلَقْنَٰهُمَآ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

ii) ***There is continuous struggle between truth and falsehood. In this struggle, truth ultimately prevails*** **(21/18):**

تَصِفُونَ

بَلْ نَقْذِفُ بِٱلْحَقِّ عَلَى ٱلْبَٰطِلِ فَيَدْمَغُهُۥ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ ٱلْوَيْلُ مِمَّا

iii) ***Self-seekers struggle to ensure the triumph of falsehood*** **(18/56):**

كَفَرُوا۟ بِٱلْبَٰطِلِ لِيُدْحِضُوا۟ بِهِ ٱلْحَقَّ ۖ وَيُجَٰدِلُ ٱلَّذِينَ

iv) ***But those who favor truth come to confront the falsehood*** **(8/8):**

لِيُحِقَّ ٱلْحَقَّ وَيُبْطِلَ ٱلْبَٰطِلَ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُجْرِمُونَ

v) ***Even if humans would not stand for the sake of truth (against falsehood), even then truth will ultimately triumph; though it may take a lot of*** **time (42/24):**

ٱللَّهُ ٱلْبَٰطِلَ وَيُحِقُّ ٱلْحَقَّ بِكَلِمَٰتِهِۦ وَيَمْحُ

This point needs further clarification. One way of human performance (Amal!) is that after believing in the truth of a Rule, man acts accordingly. This way the journey of truthfulness passes quickly; and results of such actions become proof to the truth of such a Rule.

The other method is that man does not believe in any rule or formula and would rather travel according to his own judgment, based on "Trial and Error". In this process, human mind adopts a certain sect. After experimentation for hundreds of years, the approach proves to be wrong. Then he gives up that one and adopts another approach. After hundreds of years of experimentation, he reaches the ultimate truth. In general, it is called "needs of time". To reach the truth, this is the speed wherein "one day is equal to a thousand years". Now it is upto the discretion of man: (i) if he starts his journey by resorting to Truth, and thus avoid dangerous journeys, and move forward with lightning speed; or (ii) by using his brain and wits and thus keep on struggling to reach the destination but in hundreds or thousands of years.

According to the former approach, truth triumphs over falsehood in just one go. According to the latter, it triumphs, but in hundreds (or thousands) of years. This may however not be concurred that truth would triumph *just like that*. Truth means a system based on truth. This system would be applicable in human world and the human hand would give it a shape. One group of persons would develop it while another would oppose it. If the group, that favors it, is physically weaker than its adversary, even then it will triumph[18].

vi) **The basic criteria to see where is the truth (13/17:**

وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ

Only that ideology, sect, and system can sustain that benefits the whole humanity.

Those with vested interests try to sabotage this principle, but the scheme of God makes it a success (9/32):

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔوا نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَيَأْبَى ٱللَّهُ إِلَّآ أَن يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَٰفِرُونَ

***They desire to extinguish the light of God with their mouths; but God will permit nothing except that He will perfect His light, though disbelievers may dislike* it.**

It is *the* philosophy of life that will ultimately prevail over all the systems based on falsehood (9/33):

هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ

عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ

***It is He Who sent His Messenger with guidance and the religion of truth, that He may make it prevail over every* other *religion, even though the idolaters may dislike* it.**

From the perspective of struggle between truth and falsehood, there can be two groups of human beings: one that wants truth to prevail – called a group of believers – and the other that desires falsehood to triumph –

[18] Qur'an compares this weakness with *one versus two*; and finally with *one versus ten*

called the group of non-believers. There has always been a struggle between the two. There are also people who claim to be with truth, while in fact, they want to stick to falsehood. Such people are called hypocrites. According to Qur'an, such people are the worst beings, i.e. worse than the non-believers.

"*Shirk*" is in fact a compromise between truth and falsehood. And there can be no place for such a system. Therefore, there is a clear warning in the Qur'an (11/13):

وَلَا تَرْكَنُوٓا۟ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ

And incline not toward those who do wrong, lest the Fire touch you.

There is no question of compromise between truth and falsehood. Even a little bit of mixture of falsehood with truth would render it impure. This is the basic incompatibility between truth and falsehood according to the Qur'anic concept.

On the other side, it can be said that they consider the Qur'anic Philosophy[19] as Metaphysical, the opposite of which is the Philosophy of Dialectical Materialism. We do not criticize their argument just on this premise. We might have accepted their argument but according to their own claim, the Law of Contradictions is such a truth that cannot become falsehood and is as such from the very beginning and will remain so till eternity. It is in itself Metaphysical and therefore considers the philosophy of dialectics as eternal rule. On the other hand, Qur'an considers more than one such Rule as eternal. The proof of this is the same as forwarded by the materialists, i.e. *Pragmatic Test*[20]; to be discussed in detail in "The Concept of Knowledge".

This is however, the system that Qur'an argues for, i.e. a system of life where permanent values and rules come in physical form. Such a system is above the confines of time and space. Since it is universal, therefore it is space-less that cannot be confined to a particular place on earth, nor can it be applicable to a particular nation. It is rather uniformly applicable to all the human beings. As for the time, changes could be possible according to particular needs; however, its actual foundation

---

[19] that truth would always remain truth and falsehood as falsehood

[20] The study of cause and effect in historical or political events with emphasis on practical lessons learnt

would remain the same, i.e. those permanent rules on which stands the entire edifice of human life. It is called "*Deen*[21] ".

This is the system presented by the Qur'an – a code of life where permanent values or unalterable rules practically appear and dominate. Such a system is beyond the limits of time and space. From space, because it is a universal system that cannot be confined to a particular piece of land or place, nor can it be applicable to just one nation. As for the time, changes could occur in the system according to needs, but its basic qualities and characteristics remain the same, i.e. unchangeable rules upon which the structure of *Deen* stands.

[21] System of life based on the Qur'an

9. Commensuration in Contradictions

There are two types of struggles between truth and falsehood. One is between the two groups that favor either truth or falsehood. This has been explained earlier. The second is related to the human soul – internal struggle – when a man remains stimulated because of his emotions and for the attainment of physical benefits. One the other hand, are the demands for growth of his inner-self. Even the idea of destroying human emotions is a deceit. Emotions are those forces that make a man act. The training of Qur'an is that it teaches a man how to keep one's emotive instincts subservient to permanent values. In the words of the Prophet, "This way Satan becomes Muslim"; and man's internal struggle comes to rest. Such a system is developed by such hands.

The Qur'an says about such a state (6/127):

لَهُمْ دَارُ ٱلسَّلَٰمِ عِندَ رَبِّهِمْ

For them is the home of safety with God where there will be peace all around.

At yet another instance, the Qur'an says (10/10):

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَٰمٌ

Their prayer therein shall be this, 'Sanctity to you'.

At that time, man's worldly matters and heavenly values (permanent rules!) will concentrate at one single point.

This has been further substantiated by (82/19):

وَٱلْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ

And the entire command on that day shall be of Allah.

Finally, 39/69:

وَأَشْرَقَتِ ٱلْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا

And earth shall glitter with the Light of God.

10. The Concept of Knowledge

According to the Philosophy of Dialectics, only that knowledge can be considered authentic that has been attained through the sensory perceptions. And only that ideology can be considered correct that can be verified through its outcomes. Man would thus be able to attain the knowledge of Laws of Nature. Facts are (in fact) these Rules.

The Qur'an also considers human knowledge as the one attained through sensory perceptions. It has clearly said (17/36):

كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ

And go not after that thing of which you know not. No doubt, the ear and the eye and the heart all are to be questioned of.

It is important for the attainment of knowledge that man's senses collect information and then transmit it to his mind to reach at some rational conclusion. Therefore, the Qur'an stresses the need to contemplate on all the things that God has created. It categorizes only those people as scholars only who, after observing nature, come to the conclusion as to the extent of God's involvement in the formulation of Laws (35/27-28).

Along with the system of nature, God also stresses on the study of History. He ordains, "Ponder over the history of past nations and you will become cognizant of the result when a nation developed a system of living in accordance with true and correct laws. And conversely, what happened to a nation that adopted a wrong approach".

When a man reaches a conclusion based on the observation of system of nature and the study of human history, it is results in the formulation of an ideology that is based on the Qur'anic thought. To judge whether the ideology is correct or wrong, it has to be put to the test through concrete action. If its results are in agreement with what it claims, it is a correct ideology. But if the result is otherwise, it is wrong. This is the method that Prophet Muhammad (Peace be upon him) also adopted to prove the truth of his claims. While addressing his people, he said that he had presented the Divine Rules before them. To establish their authenticity, the Qur'an provides solid guidance (6/135):

قُلْ يَٰقَوْمِ ٱعْمَلُوا۟ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّى عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن تَكُونُ لَهُۥ عَٰقِبَةُ ٱلدَّارِ ۗ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ

Ask them to act according to their way and I act my way. Results would automatically come to our fore as to who reaches the destination. This is the way through which the fact that those who usurp the fruits of others' toils, can never succeed, would be established.

A claim that cannot be substantiated by its implementation cannot be based on truth. Obviously, it will need a lot of time to reach the right conclusion. God has adopted another method to reduce the time (to test the validity of a Rule). It is called Revelation[22] through which Divine Rules are directly communicated to a human being – a prophet - who transmits them to his people and tells them to act upon them; and verify the truth for themselves.

The system of Revelation has ceased for the last fourteen hundred years. Therefore, there is no other way except to observe and concur according to study, reflection and observation. The last time that knowledge was transmitted in this manner, is given as such in the Qur'an. It demands humans to think over these rules and act upon them and if they get convinced (of their truth), they should accept them.

By deep refection and analysis, man can at least make a judgment about an ideology as to whether it is true or not. If he considers it true, he must act upon it, till the time the results are not before him. By accepting its truth without its confirmation, is called *Eimaan bil Ghai*b[23]. Belief is an essential foundation in order to take practical steps. When results prove their validity, the same *Eimaan bil-Ghaib* transforms into concrete reality. According to Qur'an, the belief of the first order is called *Ilm-ul-Yaqeen*[24] while the second tier belief is called *Ain-ul-Yaqeen*[25].

This is the proper definition of knowledge according to the Qur'an and the mutual relationship of the two. It says that rules or permanent values have been presented to you. It is now upto them to think it over. If these are acceptable to them, your society should be developed and structured accordingly. Whatever results would emerge afterwards will become living examples of the validity of those laws (24/55). This way, the mode of revelation saves humans a lot of toil, necessary to reach a valid conclusion.

---

[22] That which is revealed by God to man, a prophet

[23] i.e. belief of the unseen, in results that have not yet been substantiated

[24] Knowledge based on truth

[25] Believing in a knowledge after seeing the results with one's own eyes

11. Impact of Philosophy on Economic System

We are now reaching the end of our journey. We have been engaged in all the philosophical arguments that Communism claims that its economic system is based on: the Philosophy of Dialectics. Simultaneously, we have also come across a number of Qur'anic references that explain foundations for the establishment of an economic system based on social justice. It has been conclusively proved that the Communist Philosophy is so weak that it can hardly sustain the burden of a just and equitable economic system. Therefore, the Qur'anic Philosophy has an edge and a legitimate claim to provide firm foundations for human sustenance. Salvation of humanity, therefore, lies in following the economic system based on Qur'anic Philosophy. We now need to see as to why the philosophy of dialectics cannot sustain the structure of an economic system.

Natural results of Material Philosophy[26], whether based on dialectics or metaphysics, are no different than Capitalism. According to dialectical materialism:

- **i) Man is just another animal and subservient to the Laws of Nature**
- **ii) These are the laws that are as much applicable to animals as to human beings**
- **iii) Demands of human life are confined just to its physical needs**

Physical life has three such needs that are called basic or instinctive:

1) **The demand of self-preservation;**
2) **The demand of self-aggression[27]; and**
3) **The demand of self-reproduction**

Natural outcome of the first demand is that each person should endeavor to amass, as much as possible, the necessities of livelihood so as to ensure his physical security. Meanwhile, if anyone comes his way, he should try to subdue him. This leads to Demand No.2. When a person is satisfied about his security, he should ensure the security of his kin. This is Demand No.3. According to this approach, there can be no question of the security of any other person, or of his interest. This is akin to animal instinct that does not see the interest of other animals. To an animal nothing counts except its personal needs and requirements. This raises a question: Does this mean that there is no difference between a man and an animal? The proponents of material philosophy have no satisfactory answer to this question and rather contend that why should a man help anyone else?

---

[26] A philosophy concerning concrete objects and the laws which these objects are subjected to

[27] This in fact leads to the attainment of self-preservation

One may say that human society demands mutual cooperation. It means that it is necessary for me to help a needy person because tomorrow if I am needy, others would help me. While forwarding this argument, the thought process that leads to this seemingly plausible rationale, does not consider the paradox inherent to it. The very compulsion, that promotes cooperation, forms the basis that leads to human propensity to hoarding and accumulating material resources, much beyond legitimate needs.

By implication, it means that man wants such an arrangement wherein he would not need anything from anyone else. It is this 'race' that does not let a person be satisfied even when all of his demands are met. This leads to keeping him amassing more and more wealth and other material things. This very approach leads to inequality in a society. Under such a system, a person with greater wits, wisdom, and strength will collect as much as possible while the rest would go from bad to worse. Those, who amass more, do not need anyone else's help. Such a person thinks that since he can purchase others cooperation, he need not worry about their support and cooperation. This very thinking leads to capitalistic mentality - the natural outcome of Philosophy of Materialism; though the Philosophy of Dialectical Materialism ensures the fulfillment of human needs, it also demands utmost sacrifices from human beings.

The basic philosophy behind the economic system of Communism, states:

Each person must contribute to the society as much as he can, of which he should be given according to his needs. As for the rest, it should go to fulfill the needs of others. Simply put it says: from every one according to his contribution to every one according to his needs.

According to the material philosophy of life, a question arises:

What is that stimulant that makes a person contribute as much as possible (to the society) and in return, get as less as he needs?

Such a demand is against the natural (human) urges. The instinct to protect ones near and dear ones does not accept such a system. This very impulse (of protection) confronts the Philosophy of Communism.

One can accomplish such a *deed* by tempting human sentiments to disregard self-interest. One cannot however make it a permanent way of life. Experimentation done in the Soviet Union is testimony to the failure of this philosophy. There, the Communist party instigated the general masses to rise up to the occasion and plunder the wealthy people so that they could become the owners of their wealth. This way, they were readied to offer tremendous sacrifices. But when this craze receded, even their natural instinct of sacrifice also vanished.

After this, when they were asked to work as much as possible to get only what they needed, they wondered and said (to themselves): then where is the difference between Communism and the old system of Capitalism? In that system, mill owner

would extract from us, as much as they could, and in return, would give us as much as we needed. The same is being done under Communism. And when they said, "Why should we do so", the proponents of Communism had no satisfactory answer. They instead used brute force to implement the system of their choice. This did work for some time but could not sustain it beyond a certain time period. No system on earth can be implemented and sustained by force. This forced the people of Soviet Union to change the system. Such a change of heart[28] did not happen because of some political pressure or expediency. This was rather the natural outcome of the weaknesses inherent in Communist Philosophy.

China has just adopted this system. Therefore, its place is almost the same as the Soviet Union of the days of Lenin. It has not yet felt the need for reversion. When the emergency would recede, and people would start thinking rationally, the same conditions would be created as in the Soviet Union. It's so because the basic philosophy in China is the same as was in the Soviet Union. It is this that has started intriguing Mao Zedong: the new Chinese generation is drifting away from the basic philosophy of Communism. It therefore, needs to be controlled. For this purpose, Red Guards have been organized to restart revolutionary struggle similar to the one that Mao and his colleagues had gone through. It is just possible that it may sustain for some time but it sure cannot guarantee sustainability. It is its basic weakness that cannot be taken care of through external factors, persuasion, or force.

As against this, the Qur'anic philosophy of life says:

1) **Human life is not just physical life - man has also something else called inner self.**
2) **Purpose of human life is to fulfill physical as well as spiritual needs. If there is no disagreement between the two, good enough. If yes, the needs of inner-self (spiritual needs!) should get precedence over physical requirements.**
3) **Fulfilling personal needs leads to the growth of human potential. This way man lives on even after death; and keeps on moving ahead. This can be termed as '*life after death*'.**
4) **Body's nourishment is possible with all those things that one uses. For example, a man's nourishment can be possible only through things that one eats and drinks. As against this, nourishment of man's inner-self can be possible when he would provide such means of nourishment to others. In other words, physical nourishment occurs with what food we consume while inner-self's nourishment is possible only when we provide to other human beings. According to Qur'an (92/18):**

ٱلَّذِى يُؤۡتِى مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ

He, who gives others for their nourishment, gets the nourishment of his inner-self.

---

[28] Called "Revisionism" by the Chinese Communists

It is this philosophy on the basis of which, Qur'an structures its economic system. Its contours are:

1) **God has given all that is needed for the nourishment of all the human beings, without asking for anything in return. Therefore, there is no question of control on any means of production. Doing so, would mean to bring another god to confront the God, Almighty.**

2) **The basic concept of life is the nourishment of human self that can be achieved by giving more and more to others. Therefore, in this system each one of us would toil to earn as much as possible, consume whatever we need and distribute all that is not needed by him (2/219):**

يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ ٱلْعَفْوَ

***They ask you as to how much should they give to others. Tell them, "All that is in excess of your basic needs"* (so that their inner-self can be nourished as much as possible).**

This process is called *Eita-e-Zakat*. Today, what we understand by Zakat is to amass as much as we can and give just 2 ½

ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ

% of it as charity.

On the contrary, according to the Qur'an, Zakat means Nourishment. And *Eita-e-Zakat* means to ensure that others get what they need for their (physical) nourishment. This is the basic duty of an Islamic state (22/41):

Those, whom We give control in the land, would establish prayer and pay the Zakat and command good and forbid evil. And for Allah is the end of all affairs.

Under this system each one tries to work as hard as possible and gives away as much as he can for the benefit of others, till a time when one would give precedence to others' needs (59/9):

وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ
هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِى صُدُورِهِمْ حَاجَةً

مِّمَّآ أُوتُوا۟ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ
شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ

And those who had established their home in this city and in faith from before, love those who emigrated to them, and find not in their breasts, any need for what they have been given and prefer them above their souls, even though they be badly in need of, and whosoever is guarded against the greed of his soul, those are the successful.

People don't practice it under any pressure or social compulsions - it is rather the demand of their inner-self. There he sees his own benefits. Qur'an says that the spirit behind giving Zakat can be nothing other than '*giving*' because of one's firm belief in Hereinafter (41/7):

ٱلَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُم بِٱلْـَٔاخِرَةِ هُمْ كَـٰفِرُونَ

Who do not pay poor due (Zakat) and they deny the Hereafter.

This can be possible only under a social system whereby man should work harder and give away everything to others[29], what is beyond his needs.

When all that is in excess of one's needs, is given to others, the Surplus Money, the foundation of Capitalism, will not accumulate in the hands of one person or a group of persons. When that is the case, there would be no question of making property. Nor would there be any possibility to engage in a race to collect wealth. Whatever race would be there, would be to work more to be able to give more to others (83/26):

خِتَـٰمُهُۥ مِسْكٌ ۚ وَفِى ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ ٱلْمُتَنَـٰفِسُونَ

The seal is on Musk, and for this let the aspirers aspire.

Such a Philosophy of Life is the essence of Economic System based on Qur'anic injunctions. Think! Which of the two philosophies provides sound foundation for the establishment of Social Justice? It's only the system of life that is ordained (and guaranteed) in the Qur'an.

As has been said earlier, the second drawback with the philosophy of dialectics is that except the Law of Contradictions, it acknowledges no other rule, law, or thought. This philosophy surmises that according to the Law of Contradictions, a system comes into existence but then its opposite is created within it followed by a

[29] Others means not only those who are your co-believers but all other human beings as well

clash between the two. After some time, the first system is subjugated by the second one that dominates. This way, the first system becomes dysfunctional while the latter takes its place. This arrangement perpetuates and will remain so for all the times to come.

Today, according to this cyclic process, the previous system, Capitalism, has been dominated by its opposite - *Socialism*[30]. It may be just a coincidence that we are born when it is time for Socialism to dominate - a system that is good for common workers beneficial for the common man in particular, the proletariat[31]. This is neither any credit for Marxism nor the steps taken by Lenin. It has nothing to do with The Soviet Union, nor China. This has to be so as a matter of Historical Necessity. It is happening now and when the other side of rotation comes to the front, this system would vanish and instead, its opposite will bring in some other system.

Set aside Soviet Union and China, even if people of the whole world come together to ensure the continuity of the old system, they would not be able to do so. If Capitalism is on its way out, it is not because it was based on injustice and foul-play and therefore, Socialism is taking its place.

Now even Socialism is not practiced just because it is the best system for human beings; it is just waiting for its turn to fade away in the dustbin of history. Since the time for Capitalism has come, it will have to go. And when the time for Socialism comes, it too will go and will not be able to sustain, no matter how much hue and cry the people may make and how much they may try to sustain itself. The fact is that as of now, economic system of social emancipation based on Communist Philosophy is presented to the world as the ultimate system of economic justice for the down trodden masses. When its turn comes, it will start leaving the place that it has occupied, and instead another system will take its place. When that happens, what would the communists tell the world? By then, all the arguments that they forward in favor of communism would prove to be false.

At that time, even they will argue in favor of a system that will replace Communism. Otherwise they will face the same fate as the proponents of Capitalism. The only fault of those who favored Capitalism was that they were favoring it and not going with the modern system of socio-economic justice and instead, clinging to the outmoded system. If communists would not go with the new system, they too would commit the same crime that the pro-capitalist lobby had been committing.

---

[30] A theory or system of social organization that advocates the vesting of ownership and control of the means of production and distribution of capital, land, etc., in the community as a whole

[31] The poorest class of working people

As of now, Mao Zedong has been able to convince his people of the benefits of Communism. In future, when this system would complete its cycle, what would the Chinese be told and how would it be justified, is anybody's guess.

The fact is that Mao's philosophy of Contradictions is a branch of the *Philosophy of Determinism*[32]. According to this philosophy, man's role in this vast universe is not more than a miniscule part of the whole - a part that is forced to move because the entire machine moves. This philosophy was originated by the Greek and after changing various forms and destroying humanity, has resurfaced; in disguise, though. This is the philosophy that impressed Hindus who came up with Metempsychosis[33] while Christianity brought its own philosophy, the Original Sin[34]: something analogous to a scar of defamation, of ignoble mark on the forehead (of humanity) that cannot be removed.

Though Western philosophers and scientists have said *adieu* to Christianity, they are still soiled in its philosophy. Therefore, all of their research goes in one direction – that man is constrained and helpless. The same had impressed Hegel and the same was gripping the nerves of Marx. The same philosophy has come in the form of Philosophy of Contradiction wherein a system changes by itself and everyone is constrained to go with it. Neither its shortcomings can do any harm to a system in vogue, nor can its virtues improve it.

As against this, the Qur'an proclaims that the touchstone of a system, being good and effectual, is its intrinsic ability to sustain itself permanently against the one that cannot last forever and is therefore, termed as ineffectual.

The Criteria for a good system is (13/17):

مَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى ٱلْأَرْضِ

A system that is good for humanity is good and has thus the ability to sustain.

As against this (6/135):

إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ

A system based on tyranny cannot succeed.

---

[32] A conceptual model of the philosophical doctrine applied to a system for understanding everything that has and will occur in the system, based on the physical outcomes of causality

[33] The passing of soul at death into another body, human or animal

[34] It is humanity's state of sin resulting from the Fall of Man (from heavens)

Since the Law of Elimination and Perpetuity is permanent, therefore it cannot be against it. It all depends on time. If man would stand against it, the system based on tyranny would be annihilated. If not, it will take time. Qur'an has given an example also: a Feudal System, where vast swathes of land go into the possession of individuals, is based on tyranny. Such a system is bound to go. This will happen according to the Divine Law (13/41):

لِحُكْمِهِۦ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ ٱلْحِسَابِ

أَوَلَمْ يَرَوْا۟ أَنَّا نَأْتِى ٱلْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَٱللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ

Do they not see that We are reducing lands in the possession of feudals. This is happening according to Divine Rules that cannot be undone. He is swift in reckoning.

But when Muslims stood up to implement it, the same revolution that would have taken thousands of years, was complete in just a few years. It was forbidden to give agricultural land on share-cropping or on rent. During Hazrat Ummar's Caliphate, all the land and its management was given in custody of the society. Later, when his successors broke this Divine Rule, the new rule started moving ahead with great speed. Now it appears that after hundreds of years, it has taken its roots. The same example can be true of other wrong systems.

This is the Qur'anic Rule of Elimination and Permanence, not something created by the blind forces of history. It is rather based on certain principles (8/42):

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنۢ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَىَّ عَنۢ بَيِّنَةٍ ۗ

Whoever was to perish might perish with proof; and whoever was to survive might survive with proof.

And then (13/17):

مَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ

Only that system can sustain on earth that is beneficial for humanity.

Through this perspective, we would see which of the two philosophies – Dialectical Materialism or Qur'anic Philosophy – has the potential to establish a system that would sustain and would be of benefit to humanity.

My Concluding Remarks

While studying the system of Universe, certain important facts have appeared. For example:

1) **Before the advent of life, basic livelihood requirements were already available; and would remain so. Life, whether based on ameba (in its most crude form) or in its most perfect form, had already access to water, light, heat, air, food, etc. This proves that this system did not come into existence by default - it rather appeared through a pre-planned scheme, based on sound Divine Judgment.**
2) **All that is needed for the sustenance of life was not created by ameba or homo-sapiens, it was rather the gift of someone else; i.e. the One that gave them life, and gave them the necessities of life as well. According to Qur'an (11/6):**

   رِزْقُهَا

   وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ

   And there is no living being on earth the food for whom is not the responsibility of God.

3) **There is nothing else on earth, except human being, that takes the living requirements into his possession (29/60):**

   وَكَأَيِّن مِّن دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ٱللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ

   Think … how many living things are there that keep their provisions onto themselves; though everything that you need, is available in abundance for you on this earth.

   Whoever hoards these provisions (for example, ants or honey bees), is for the use of all of them. There is no question of individual possession.

4) **Living like ants and bees is equally good for human beings and is according to the Will of Nature. This has been described in the Qur'an like a paradise on earth (20/118-119):**

   إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ

Undoubtedly, for you in the Garden is this that neither you be hungry nor go naked. And that neither you feel thirst therein nor be exposed to sun.

Here the state should be that (2/35):

وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا

Where whoever wants to eat, would get as much as he needs.

All the means of livelihood are uniformly available to everyone (41/10):

سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ،

All the means of livelihood are equally available to everyone.

5) **Unfortunately, man's greed has created the concept of individual possessions and thus turned this paradise into hell. The Qur'an has called it *comprehensive lowliness* with the result that (2/36):**

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ،

Each man is the enemy of the other.

6) **Now the objective of nature is that in the human world, the same heavenly system be implemented so that Adam gets into paradise, once again. God's Universal Law is working for the establishment of the same system; however, its pace (according to our reckoning) is too slow: His each day is spanned over thousands of our years.**

7) **To speed it up, prophets have been sent time and again. They developed this system in their sphere of influence, i.e. they would ensure the availability of livelihoods to everyone. This is called the Divine Dispensation. Unfortunately, people with vested interests would again come to the fore and turn the society back to its state of social inequality. This has generally been done by sacredly cloaked people[35] and would call it the 'Will of God'. Such people are called Harbingers of Religion.**

For the last time, an outline of heavenly existence was drawn by the last prophet of God, Muhammad. Unfortunately, various interest groups surfaced again in the garb of religious leaders and established the system of Capitalism.

[35] Mullahs, Pundits, Rabbis, Priests, etc.

Now that the system of prophet-hood had ceased to occur, there were only two ways to achieve the actualization of a Paradise on Earth:

(i) The *Ummat*[36] of the last Prophet's message, inheritors of The Qur'an, had to keep the system established and functional by whatever means. And if it was not accomplished, then

(ii) Era's compulsions would force the *Ummat* to undertake the odyssey. This way, the only difficulty would be that the system would not be established in one go, but in a rather indeterminate manner, gradually attaining the state of maturity.

Since we the inheritors of Qur'an, have not fulfilled our duty as required, a revolution ensued, but in a different manner, first appearing in the form of Marxist Philosophy. It appears that Marx felt the pinch for the poor and the needy ones for whom all the avenues of honest living were closed. He wanted to somehow remedy their sufferings. The true light of revelation was however not known to him. It was only Christianity that was theoretically in favor of the needy and the poor ones but in fact was the harbinger of that very system that had caused misery on the common man. When you preach hatred for the worldly affairs, to be near to God, and instead of asking for justice, start begging for your rights, the exploiters would come roaring and there would be none to stop them from committing cruelty.

Marx thought it over and reached the conclusion that the very basic reason for these excesses was religion. Therefore, he called religion the Enemy No. 1 of human beings. Had he known of Deen (Islam!) instead of religion (for example, Christianity!), he would have never reached this conclusion.

In Russia also, Christianity was prevalent. As such, Lenin also reached more or less the same conclusion about God. He was of the opinion that the very concept of God was the product of the mind of the vested interests. Obviously, when there is no trust in God, man's belief in revelation, life after death and faith automatically vanishes.

Conditions in China were worse than in Russia, where not one but three antiquated religions were prevalent, all based on superstitions. Confucianism[37] advocated '*pursuance of stagnation*' as the best virtue while change and improvement were

---

[36] Followers of the Prophet Mohammad (PBUH)

[37] The system of ethics, education, and statesmanship taught by Confucius and his disciples, stressing love for

humanity, ancestor worship, reverence for parents, and harmony in thought and conduct

considered the worst sins (exactly as religious orthodoxy[38] is presented as real Godliness, while change and innovation is considered liable to the fire of hell). Taoism[39] used to argue for giving up the worldly affairs and instead pleaded for mediation. Buddhism has gone even farther and considers Nirvana[40] as the ultimate aim of life.

According to Mao Zedong, all the above concepts were based on various religions. His reaction to them is therefore understandable. Ideologically, he disagreed with Hegel, even Marx while his opposition to religion was greater than both of them. How could a great proponent of revolution tolerate the inertia of such orthodox religions? But since Deen was not known to him, he based his philosophy on his own instincts and reflection.

This is *the philosophy* that was spoken about, in the beginning and was thought to provide firm foundations to a great economic system. Obviously, these foundations were not strong enough to sustain the system.

When the pioneers of present Chinese generation would be dead, there will be no impulsion for the coming generations to make great sacrifices. The Chinese Revolution would also be forced to move towards Revisionism that it uses to jeer the Soviet Union with. True that first, the Soviet Union and latter, China's revolutionary parties speeded up the process of Universal Rule, but because the basis of their revolution was not strong enough, it will meet the same fate.

After this, if the Universal Law would add even a day to it, the man would once again be chained in the merciless clutches of Capitalism. If the Economic Revolution of China gets the guidance and backing of Qur'an, Capitalism will not be in a position to resurface; and Adam will get yet again get his lost Paradise. While observing the height of Nietzsche's thoughts and its shallow foundations, Allama Iqbal said:

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں

تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

---

[38] Mullahism, for example

[39] The Philosophical system evolved by Lao-tzu and Chuang-tzu, advocating a life of complete simplicity and non- interference with the course of natural events to attain a happy existence in harmony with the Tao - the rational basis of human conduct

[40] A state of bliss or peace that leads into another kind of existence

Had that Nympholeptic[41] European been (living) in this age

Iqbal would have told him what Muqam-e-Kibria is

I understand that today it is more important to tell Mao Zedong of the *Muqam-e-Kibria*[42] (instead of Nietzsche). This is so because China has removed all the hurdles in its way. There, all the evil forces attributable to kings, priests and mullahs and of course Capitalism have been removed. And these are the thorny bushes that do not let the man reach God. This is that part لا without which man cannot reach الا الله . After passing through these hurdles, China is standing on the boundary of الا .

If at this point in time, China is guided towards Qur'anic destination and it adopts it, then not only China but the whole world would be saved from the horrors of Hell. Otherwise, how long more would mankind need to remain in agony; and God knows, how much more blood would be spilt and how many more difficulties would be encountered and borne.

No Muslim country as of now willing to practically implement the revolutionary program of the Qur'an. They have not even gone through لا. How could they reach الا, is anybody's guess?

While giving the concept of Pakistan, Allama Iqbal said; "Islam would be able to remove this imprint that Arabian monarchy has fixed its seal on it". But the speed with which mullaism is spreading its tentacles, it seems that the possibility of implementation of the provisions of true Deen have become bleak. Remember, the rule of religious hegemony is the yardstick of Capitalism. Both are essential to each other's survival. When one of them expands, the other also increases in size, and vice versa. And that is why both of them stand in the way of the revolutionary program of Deen; whether in the way of revelation or because of temporal demands. That is why I say that if somehow, the message of Qur'an could reach Mao Zedong and he agrees to understand it, it is quite possible that the fate of entire humanity would change. And the dream "Hell *before* Hell" that Allama Iqbal had, would provide opportunity to Adam to see the promised Paradise taking shape. This dream has been elaborated in a couplet of the following poem that Allama said while standing near the grave of Hakeem Sinai:

[41] A man frenzied by emotion to attain something unattainable

[42] Abode of the higher ones

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے
میخانے

یہاں ساقی نہیں پیدا ، وہاں بیذوق ہے
صہبا

نہ ایراں میں رہے باقی نہ توران میں رہے
باقی !

وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاک قیصر و کسریٰ
!

In fact, history has placed us in a very tight corner. To one side, there are western democracies that practices Capitalism, but being Christians and Jews, proclaim themselves to be the believers in God. Qur'an does not consider such belief as *Eimaan*. To believe in God means that humans act in accordance with what their religion enjoins upon them. "Belief in God" means that you believe in the concept of God that He Himself has expatiated upon. That is why the Qur'an had demanded of all the nations/groups with Divine Books[43] to believe in God (as ordained in the Qur'an). Therefore, according to Qur'anic viewpoint, neither westerners are the true worshippers of God (though apparently they are), nor does their system in any way resembles the system ordained in the Qur'an; it is rather the opposite of it. Their call:

"O, the worshipers of God! Let's make a united front against the Godless Communists" is just a political ploy that has been developed to trap Muslims.

On the other side is Communism that has a system like the one ordained in the Qur'an, but its underlying philosophy negates the Qur'anic Philosophy. Such a philosophy is therefore, unacceptable to Muslims.

Let's be clear that as Qur'an does not separate its system from its philosophy of life, likewise, Communism considers its philosophy an integral part of the philosophy of life. It is essential for a Communist that he does not separate the Communist Philosophy of Life from everyday life. That is why I say that neither a Communist can become a Muslim, nor a Muslim, a Communist.

In the third category are we, the (ritualistic) Muslims, who have no doubt about the Qur'anic words but in practice, our system is neither Qur'anic nor our philosophy

---

[43] That is, Jews and Christians

of life is based on Qur'anic commandments. In fact, we too are standing where the Westerners are with just the difference that they do not have God's guidance in its true form while we do have it, though kept inside expensive covers.

What Allama Iqbal had said about the above scenario is that if the Qur'anic concept of God is made a part of Communist Philosophy, it can come closer to Islam. This suggestion in fact points to the true destination of humanity. Unfortunately, Muslim countries are not yet ready. There is however, no monopoly of any nation over Deen. If a nation wants to implement it, it will be so, and if it wants to forget about it, it will vanish. Deen in fact belongs to the entire humanity. Whichever nation on earth adopts it, it will be theirs. It reminds nations that the contours of Deen are before them (11/57):

فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّآ أُرْسِلْتُ بِهِۦٓ إِلَيْكُمْۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّى قَوْمًا غَيْرَكُمْ

If you want to accept it, you will get what you want, but if you go against it, God will instead, bring some other nation that will accept it.

Moreover, the Qur'an says (11/57):

وَلَا تَضُرُّونَهُۥ شَيْـًٔا

And you will not be able to do anything.

Deen, in fact leads to a life in accordance with a distinct philosophy of existence. Whichever nation adopts this philosophy, will achieve proximity of Deen.

According to the prevalent circumstances, if Communists realize that the Philosophy that they want to employ to establish the foundations of Communism is not strong enough, they would be well advised to turn towards the Qur'an.

At present, the most outstanding representative of Communist Philosophy is Mao Zedong. About 700 million[44] Chinese (almost) worship this Philosophy. And those inspired by the Communist Philosophy outside China, are hard to estimate. No other person on earth has this status as Mao. Nor practically is there anyone else who might have the fortitude to implement a global religion like Islam. If somehow Qur'anic change occurs in this one mind (of Mao Zedong), there could be no other revolution more pronounced and more beneficial to mankind than this one. With this, in fact the Day of Judgment can occur on this earth that was conceived by Allama Iqbal.

I feel that amongst us (as with any weak nation), a peculiar mindset has developed that whoever gains control on earth, we promptly declare him to be a Muslim from within, or we start praying for his conversion to Islam.

The moving force behind my thoughts (about Mao Zedong) is not in league with such an approach. The way I have reached this conclusion, has been clearly spelt in detail. If powers that be see something wrong with it, they should pinpoint it and I will explain it to them. I have reached this conclusion due to my Qur'anic comprehension. The same enables me to present it in very clear terms to those who have vision and insight. This is important because according to Qur'an, concealment of truth is a crime against humanity; and I being a humble Momin, cannot dare to even think of such a crime.

Towards the end, let me make it clear that whatever criticism has been done on the thoughts of Mao Zedong have been subjected to (in this pamphlet), was not meant to belittle his personality or his ideals. Qur'an has given a very high status to human mind and has urged humans to make use of it in a befitting manner. Therefore whoever would use his intellect to solve the problems of life on earth would earn great respect. But as there is a limit to man's vision, likewise, there is also a limit to human mind and thoughts, beyond which, it cannot go.

The guidance of Revelation is like a telescope through which human mind can see and observe much farther. No doubt Mao Zedong (or others like him) has great vision, far ahead of common people, but we want him to pick the telescope of Revelation[45] for his guidance so that he may see with surety what he is trying to understand with mere conjecture (and the process of rationality). And that is why, he has been making mistakes. If we can see farther than him, it is not of our own doing; it is rather that telescope (of Revelation) that helps us. If this telescope is given to Mao Zedong, he would see even farther than us. Therefore, not only he

---

[44] It's now about 1.4 billion

[45] That which is revealed by God to a prophet

himself would be safe from pitfalls, but the caravan of life would also reach its destination, safe and sound.

O' God! How Good this Wish of Mine is!

ENGLISH PAMPHLETS BY IDARA TOLU-E-ISLAM

Are All Religions Alike	**5**
How Sects can be Dissolved?	**5**
Islamic Ideology	**5**
Man & God	**5**
Quranic Constitution in an Islamic State	**5**
Quranic Permanent Values	**5**
What is Islam?	**5**
Why Do We Celebrate Eid?	**5**
Why Do We Lack Character?	**5**
Why is Islam the Only True Deen?	**5**
Woman in the Light of Quran	**5**
As-Salaat (Gist)	**15**
Economics System of the Holy Quran	**15**
Family Planning	**15**
Human Fundamental Rights	**15**
Is Islam a Failure?	**15**
Man & War	**15**
Rise and Fall of Nation	**15**
Story of Pakistan	**15**
The Individual or the State	**15**
Unity of Faith	**15**
Universal Myths	**15**
Who Are The Ulema?	**15**

ENJOY YOUR STAY AT

HOTEL PARKWAY (PVT.) LTD.

NEAR RAILWAY STATION – LAHORE

ALL COMFORTS AVAILABLE:

- T.V. & FAX
- TELEPHONE EXCHANGE
- LIFT, INTERNET
- AIR-CONDITIONED
- CAR PARKING
- EXCELLENT SERVICE

PH:0092-42-36365908-12, FAX: 0092-42-36311923,
E-mail:hotel_parkway@yahoo.com